برصغیر کے دو نامور ناشر

# نول کشور اور نور محمدؐ

## (حیات، خدمات، کارنامے)

ترتیب: ابنِ حبیب

میزان پبلشرز

Kashmir Treasure Collection

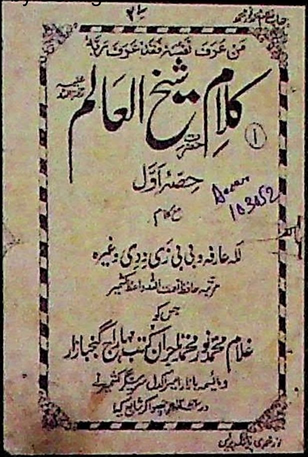


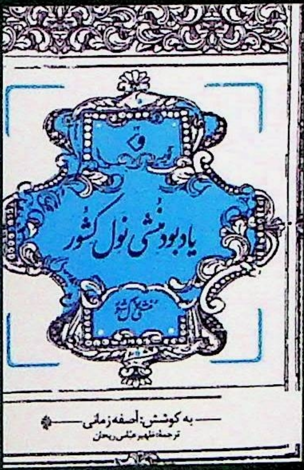


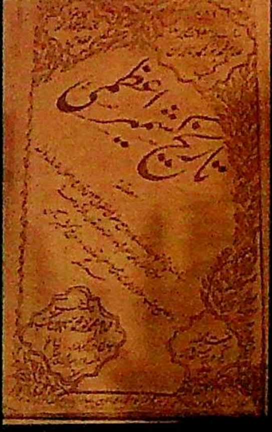

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

برصغیر کے دو نامور ناشران

# نول کشور اور نور محمد

(حیات، خدمات، کارنامے)

ترتیب : ابن حبیب

میزان پبلشرز

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جملہ حقوق محفوظ

ISBN : 978-93-48840-75-2

| | | |
|---|---|---|
| عنوان | :- | نول کشور اور نور محمد |
| نام مصنف | :- | ابن حبیب |
| سن طباعت | :- | 2026 |
| کمپوزنگ | :- | نذہت خان |
| قیمت | :- | تین سو روپیہ |
| ترتیب کار | :- | ابنِ حبیب |
| مطبع | :- | میزان سروسز |

ناشر
میزان پبلشرز

***Published by***
***Meezan Publishers***
***Opp. Fire & Emergency Services Hqrs,***
***Batamaloo, Srinagr Kmr.***
***Ph: 0194-2470851 Cell : 9419002212***
***Fax:257215.***
***E-mail: meezanpublishers@gmail.com /***

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# انتساب

منشی نول کشور

اور

غلام محمد نور محمد

(تاجران کتب) کے نام

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# فہرست


| شمارہ نمبر | عنوان | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- |
| ۱) | منشی نولکشور مختصر حالات وخدمات | 5 |
| ۲) | مطبع نولکشور اور کتابت کا فروغ | 13 |
| ۳) | مطبع نولکشور کے خطّاط وخوشنویس | 15 |
| ۴) | نور محمد....... ایک تعارف | 61 |
| ۵) | ذکرِ نور محمد | 63 |
| ۶) | نور محمد...... ہمہ جہت شخصیت کا مالک | 68 |
| ۷) | کشمیری ادب کا ایوانِ نور | 77 |
| ۸) | نور محمد اور کشمیری زبان | 84 |
| ۹) | نور محمد....... کشمیری زبان وادب کا محسن | 90 |
| ۱۰) | نور محمد...... قلم وقرطاس کا محافظ | 97 |
| ۱۱) | کشمیر کا اوّلین اشاعت خانہ | 102 |
| ۱۲) | سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّلین کشمیری پبلشر | 105 |
| ۱۳) | کشمیر کا بابائے اشاعت وطباعت | 113 |
| ۱۴) | علم وادب کا شیدائی...... نور محمد | 118 |
| ۱۵) | نوٗر محمد... انجمن در انجمن | 121 |
| ۱۶) | منظوم خراجِ عقیدت | 123 |
| ۱۷) | غلام محمد نور کتب اعلم وآگہی کے مشعل بردار | 124 |
| ۱۸) | نور محمد ایک روشن ستارہ | 127 |

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# منشی نولکشور مختصر حالات وخدمات

محسنِ علم وادب منشی نولکشور کی ولادت ۱۸۳۶ء کو ریہٹر نامی گاؤں میں ہوئی، جو ضلع متھرا (یوپی) میں واقع ہے۔ ان کے والد بابو جمنا پرشاد بھارگو قصبہ ساسنی ضلع علی گڑھ کے خوشحال زمیندار تھے۔ ان کے پانچ بیٹے تھے۔ ایک نولکشور سے بڑے اور تین چھوٹے تھے۔ ان کے دادا منشی بال مکندر انگریزی عہد میں آگرہ کے متہم محافظ خانہ تھے۔ نولکشور نے ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے آبائی وطن ساسنی میں پائی۔ اس زمانے کے رواج کے مطابق ان کی تعلیم مکتب میں ہوئی جہاں انہوں نے فارسی درسیات کے متداول کتابیں پڑھیں۔ عربی زبان بھی سیکھی۔ وہ تحصیل علم کے شائق تھے۔ ذہانت خداداد تھی۔ دس سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم مکمل کرلی۔ ثانوی تعلیم کے لئے آگرہ کالج میں داخلہ لیا اور پانچ سال تک بہت محنت اور لگن سے تحصیل علم میں مصروف رہے۔ کتابوں کا مطالعہ ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اسی زمانے میں مضمون نگاری کا شوق پیدا ہوا تو لکھنے کی مشق شروع کردی۔ مختصر عرصے میں ان کے مضامین "سفیر آگرہ" میں شائع ہونے لگے یہ شمالی ہندوستان کا مشہور اخبار تھا۔ نولکشور کے مضامین پسند کئے گئے۔ حکومت نے حوصلہ افزائی کی۔ اور وظیفہ مقرر کردیا۔ رفتہ رفتہ ان کا رجحان صحافت کی طرف بڑھتا گیا۔ کچھ عرصہ بعد کالج سے تعلیم کا سلسلہ منقطع کرلیا، اور مضمون نگاری اور مطالعہ کتب پر وقت صرف کرنے لگے۔ اردو زبان وادب سے بہت دلچسپی تھی۔ سترہ سال کی عمر میں ان کی شہرت ہونے لگی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## اخبار کوہ نور سے تعلق اور لاہور میں قیام

جب بحیثیت مضمون نگار نولکشور کو شہرت حاصل ہوئی تو کوہ نور اخبار لاہور کے ایڈیٹر منشی ہر سکھ رائے نے نولکشور کو اپنے اخبار میں کام کرنے کی دعوت دی۔ شوقِ صحافت نگاری کی تکمیل کی خاطر نولکشور نے یہ دعوت قبول کر لی اور لاہور چلے گئے۔ اور کوہ نور کے انتظامی عملے میں شامل ہو گئے۔ ان کو ابتداء میں دس روپیہ ماہوار ملنے لگا۔ نولکشور نے اخبار اور مطبع کا کاروبار بڑی محنت سے چلایا۔ منشی ہر سکھ کو ان پر بہت اعتماد تھا۔ ایک بار وہ کسی مضمون کے سبب سے معتوب ہوئے تو ان کو قید کی سزا ہو گئی۔ ان کی عدم موجودگی میں اخبار اور مطبع کا سارا کام سنبھال لیا۔ اور ہر سکھ رائے کو رہائی دلانے کی جدوجہد کرنے لگے، جس میں ان کو کامیابی ہوئی۔ ان کے اس کردار سے عوام وخواص کی نظروں میں ان کی عزت ووقعت بڑھ گئی اور ہر سکھ لال بہت خوش و مطمئن ہوئے۔ چار سال نولکشور لاہور میں رہے۔ ان کی عمر کا اکیسواں سال تھا۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی شروع ہوئی جس نے ہندوستانیوں اور انگریزی اقتدار کے درمیان جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سارے ملک میں جہالت اور افلاس کا دور دورہ تھا۔ اخلاقی قدریں دم توڑ رہی تھیں۔ اور ایک نئی تہذیب جنم لے رہی تھی، جس میں مغربی تہذیب وتمدن کے اثرات نمایاں تھے۔ منشی نولکشور حالات کو گہری نظر سے دیکھتے رہے۔ ملک کے حالات سے وہ بہت متاثر تھے۔ ان کے دل میں ملک وقوم کی خدمت کا جذبہ موجزن تھا۔ بحیثیت صحافی انہوں نے طے کیا کہ اپنا اخبار جاری کریں۔ اس لئے کوہ نور کی ملازمت سے مستعفی ہو گئے۔ او اپنا اخبار اور مطبع قائم کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جب ۱۸۵۷ء کے ہنگامے ختم ہوئے تو وہ لاہور سے آگرہ گئے۔ ان کو اپنے منصوبہ پر عمل کرنے کے لئے آگرہ کی فضا سازگار نظر نہ آئی تو لکھنو کا رخ کیا۔ جو صدیوں سے علوم وفنون کا گہوارہ تھا۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں نے اس تہذیبی مرکز کو بھی تباہ وبرباد کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی اس شہر کے آغوش میں مشرقی تہذیب اور علم وفن کا چراغ ابھی گل نہیں ہوا تھا۔ منشی نولکشور کی دوربین نگاہوں نے اس شہر کی اہمیت کا اندازہ کر لیا اور اپنے منصوبے کے لئے لکھنو کا انتخاب کیا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## مطبع کا قیام ۱۸۵۸ء

منشی نولکشور ۱۸۵۸ء کے اوائل میں لکھنو پہنچے۔ اور آغا میر کی ڈیوڑھی میں ایک چھوٹا سامکانِ کرایہ پر حاصل کیا۔ ایک ہینڈ پریس اور چند پتھر خرید کر مطبع قائم کیا۔ کچھ عرصہ بعد محلّہ رکاب گنج میں راجہ مان سنگھ کی کوٹھی میں مناسب جگہ حاصل کرلیا اور اس میں طباعت کا کام کرنے لگے۔ سرمایہ کی کمی کے باعث انہوں نے چند ہینڈ پریس حاصل کیے اور انہیں پر کام کا آغاز کیا۔ اس وقت تک لیتھو پریس کی مشینیں دستیاب نہ تھیں۔ نہ ان کے پاس اتنا سرمایہ تھا کہ مشین خرید سکتے۔ انہوں نے لاہور کے تجربات سے فائدہ اٹھایا، اور چھوٹی مذہبی کتابیں اور بچوں کے لئے قاعدے وغیرہ طبع کرنے لگے۔ جو کچھ چھاپتے تھے وہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جاتا۔ کچھ عرصہ بعد سرکاری وفاتر سے بھی کچھ کام ملنے لگا۔ پریس پر کھڑے رہ کر خود بھی کام کرتے۔ صرف ایک یا دو ملازموں کی مدد حاصل کر سکے۔ جو کچھ چھاپتے خود فرمائش کرنے والوں تک پہنچاتے تھے۔ ان کی محنت اور معاملات کی صفائی کے پیش نظر سرکاری حکام نے بھی ان کی حوصلہ افزائی کی اور ان کو طباعت کے لئے زیادہ کام ملنے لگا۔ عوام ان سے خوش تھے کہ بچوں کے لئے ابتدائی کتابیں ارزان قیمت پر ملنے لگیں۔ اس طرح ان کے کاروبار میں ترقی کی رفتار تیز ہوگئی۔

## اودھ اخبار کا اجزاء

منشی نولکشور کا اولین مقصد یہ تھا کہ وہ اپنا اخبار جاری کریں اور اس کے ذریعہ ملک وقوم کی خدمت کریں۔ انہوں نے چار سال لاہور میں صحافت کے شوق کی تکمیل کے لئے گزارے تھے۔ مطبع کے قیام کے چند ماہ بعد ۲۶ نومبر ۱۸۵۸ء کو اودھ اخبار کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ جو چار صفحات پر مشتمل تھا۔ اخبار کا نام بھی نہایت مناسب، دلکش اور تاریخی پس منظر کی رعایت سے رکھا۔ جو انکی ذہانت کا بین ثبوت ہے۔ وہ خود ایک تجربہ کار صحافی تھے۔ اپنے اخبار کو انہوں نے صحافت نگاری کے صحیح اصولوں پر چلایا۔ جس کی بدولت وہ تیزی سے ترقی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کرنے لگا۔ انہوں نے آہستہ آہستہ اودھ اخبار کے نامہ نگار مختلف صوبوں میں مقرر کرنے کا انتظام کیا تاکہ ہر جگہ کی خبریں بروقت ملتی رہیں۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کے تمام بڑے شہروں میں اودھ اخبار کے نامہ نگار اور سفیر مقرر ہو گئے۔ اس زمانے میں مشہور تھا کہ صوبوں اور ریاستوں کی راجدھانی میں حکومت کے نمائندے رہتے ہیں یا نولکشور کے۔

منشی نولکشور نے اودھ اخبار کی ترقی اور اس کو مقبول عام بنانے کے لئے اپنے دور کے بڑے بڑے ادیبوں اور شاعروں کی خدمات حاصل کیں، وہ بڑے مردم شناس آدمی تھے۔ ان کی کوششوں سے بہت سے گمنام اہلِ علم اردو زبان و ادب کو ترقی دینے کے لئے میدان میں آئے۔ ان میں بعض اتنے مشہور و مقبول ہوئے کہ آج علمی ادبی دنیا کو ان پر فخر ہے۔

## مطبع کی ترقی اور خدمات

لکھنؤ جو مشرقی تہذیب و تمدن کا گہوارہ اور علوم و فنون کا سرچشمہ تھا، انتزاع سلطنت اودھ کے بعد اجڑنے لگا تھا۔ مگر ۱۸۵۷ء کی ناکام تحریک آزادی کے بعد تو اس پر تباہی و بربادی کے بادل منڈلانے لگے۔ علماء و فضلاء نانِ شبینہ کے محتاج ہو گئے، ادیبوں اور شاعروں کے قدردان ختم ہو گئے۔ علم و دانش کی مشعلیں حوادث روزگار کے تھپیڑوں سے بجھنے لگیں۔ اہل علم و فنکار لکھنو چھوڑ کر ملک کے مختلف علاقوں میں منتشر ہونے لگے۔ بڑے بڑے کتب خانے تباہ و برباد ہو گئے۔ جو ذخیرے محفوظ رہ گئے وہ کوڑیوں کے مول فروخت ہونے لگے۔ اس پر آشوب دور میں منشی نولکشور نے اپنا مطبع قائم کیا تھا۔ ابتداء میں انہوں نے مذہبی کتابیں زیادہ شائع کیں جن کی ہر شخص کو ضرورت تھی۔ پہلے قرآن شریف کی طباعت پر توجہ کی، جس میں ان کو بہت کامیابی اور نیک نامی حاصل ہوئی۔ اس کے بعد بھاگوت گیتا، رامائن اور بعض دوسری کتابیں اردو میں شائع کیں کیونکہ اس زمانے میں اکثر ہندو اردو ہی زیادہ پڑھتے تھے۔ بعض کتابیں اردو ہندی دونوں میں شائع کیں۔ ان مطبوعات کی زیادہ سے زیادہ فروخت کے باعث ان کے کاروبار کو ترقی ہوئی۔

اس کے بعد منشی نولکشور نے ان نادر و کمیاب مخطوطات کو فراہم کرنے کی کوشش شروع۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جو انگریزوں کی دست برد سے محفوظ رہ گئے تھے۔ لکھنؤ کے علاوہ ملک کے دوسرے مقامات پر بھی اپنے نمائندے بھیجے تا کہ جہاں کوئی اہم مخطوط ملے اسے حاصل کر لیں۔ اس کام کے لئے کافی سرمایہ صرف کیا۔ دوسرا اہم کام یہ انجام دیا کہ ان علماء، فضلاء، اور ادیبوں کو اپنے مطبع میں کام کرنے کی دعوت دیں جو ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں میں بے سروساماں ہوئے۔ اور معاشی بحران کی شدت نے ان کو فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس کوشش میں بھی ان کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اور کئی ماہر و باکمال عالم، متعدد ادیب و انشاء پرواز ان کے مطبع سے وابستہ ہو گئے۔ نولکشور نے قدیم مسودات کی صحت اور ان پر سفید حواشی لکھنے کا کام ان کے سپرد کیا۔ اس طرح اپنے مطبع میں شعبۂ تصنیف و ترجمہ اور صحت کتب قائم کر دیا۔ اس شعبہ میں جو کام مکمل ہوتا اس کو دارالکتابت کے سپرد کر دیا جاتا تھا جہاں ماہر فن خطاط ان کی کتابت کرتے۔ ہر شعبہ کا ایک مہتمم مقرر تھا، اور خود منشی نولکشور سب کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔

مطبع کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ قرآن شریف کی کتابت کرنے والے کاتبوں کو باوضو رہنے کی ہدایت تھی۔ اسی طرح پریس کے مستری اور ان کے تحت کام کرنے والوں کے لئے قرآن کی طباعت کے وقت پاک صاف اور باوضو رہنے کی تاکید کی جاتی تھی۔ ویسے عام طور پر سب ہی مذہبی کتب کا احترام پیشِ نظر رہتا تھا۔ ناظر کاکوری نے لکھا ہے کہ

> ''لکھنؤ میں جس قدر مشہور حافظ، عالم، مؤرخ، ادیب اور
> شاعر اس مطبع میں بیک وقت جموع ہو گئے تھے ہندوستان
> کے کسی دوسرے مطبع کو نصیب نہ ہوئے۔''

منشی نولکشور نے جن علماء و فضلاء اور دیگر فنکاروں کی خدمات حاصل کیں ان میں سے ہر ایک کے علمی و فنی مرتبے کے لحاظ سے ان کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ ان کو فکر معاش سے آزاد رکھنے کی کوشش کرتے تھے تا کہ یکسوئی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دیتے رہیں۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## اخلاق و عادات، مذہب مسلک

منشی نولکشور بہت خوش اخلاق، نیک دل، با مروّت اور بلند ہمت آدمی تھے۔ بحیثیت انسان بلند نظر اور مذہبی تعسب و تنگ نظری سے بہت دور تھے۔ وہ خود ہندو تھے، لیکن تمام مذاہب کا پورا احترام کرتے تھے انہوں نے ہر مذہب کی مذہبی کتابیں شائع کیں۔ اپنے زمانے کے حالات اور تجارتی نقطہ نظر سے اسلامی علوم وفنون پر زیادہ توجہ کی۔ سب سے زیادہ کتابیں اردو زبان میں طبع کرائیں۔ اردو زبان و ادب کی جتنی خدمت انہوں نے کی، کوئی ادارہ بھی نہ کرسکا۔ انہوں نے خود اردو میں تعلیم حاصل کی تھی۔ اردو میں لکھتے پڑھتے تھے۔ انہوں نے اودھ اخبار بھی اردو میں نکالا۔ عربی، فارسی اور سنسکرت سے کئی سو بڑی کتابوں کے اردو میں ترجمے کرائے۔ اردو میں داستان امیر حمزہ اور طلسم ہوشربا جیسی طویل داستانیں لکھوا کر طبع کرائیں جو چالیس پچاس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں، اتنا بڑا ذخیرہ داستان ہندوستان کے علاوہ دنیا کی دوسری زبانوں میں ملنا مشکل ہے۔ انہوں ن اپنے مطبع اور اخبار سے متعلق سارا دفتری کاروبار اردو میں رکھا۔ دفتری کاغذات، فائلوں اور رجسٹروں کے لئے نئ اصطلاحات وضع کیں۔

منشی نولکشور نے اپنے عہد کی ممتاز علمی اور سیاسی شخصیتوں سے خوشگوار تعلقات قائم کئے، اسی کے ساتھ ساتھ انگریزی حکومت میں اپنا اثر ورسوخ پیدا کیا۔ سر سید احمد خان۔ مرزا غالب نواب سالار جنگ راجہ محمود آباد۔ مہاراجہ پٹیالہ اور جے پوران کے مداح اور ان کی خدمات کے معترف تھے۔ وہ انڈین نیشنل کانگریس کے بانی ممبران میں تھے اور پہلے اجلاس میں شریک تھے۔ منشی نولکشور کی شہرت ملک کے علاوہ دورے ممالک میں پھیل گئی۔ ان کے مطبع کی عربی و فارسی کتابیں ایران، افغانستان اور چینی ترکستان تک جاتی تھیں، ان ممالک کے تاجرانِ کتب خریداری کے لئے لکھنو آنے لگے۔ انگلینڈ، فرانس اور مصر و عرب میں بھی ان کو شہرت حاصل ہوئی۔ امیر افغانستان اور شاہ ایران نے ان کی خدمات کو سراہا۔ انگریزی حکومت نے ان کو سی۔ اے۔ آئی کے خطاب سے نوازا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جب منشی نولکشور کی مالی حالت مستحکم ہوگئی تو انہوں نے اپنی آمدنی کا بڑا حصہ تعلیمی اداروں اور طالب علموں، غریبوں اور دوسرے حاجت مندوں میں بڑی فراخ دلی سے تقسیم کیا۔ محمڈن کالج علی گڈھ آگرہ کالج جبلی کالج لکھنؤ اور بہت سے دوسرے اداروں کو گرانقدر امدادی۔ اور اپنی تمام مطبوعات کا ایک ایک نسخہ بطور عطیہ پیش کیا۔ خیراتی اداروں کی دل کھول کر امداد کی۔ لکھنؤ کی تہذیبی اور ثقافتی زندگی کی رونق دوبالا کی۔

## مختصر زندگی، عظیم کارنامے

منشی نولکشور نے ۱۸۵۸ء کے اوائل میں مطبع قایم کیا۔ ماہ نومبر میں اودھ اخبار جاری کیا اور ۱۹ ر فروری ۱۸۹۵ میں وفات پائی۔ ان کو صرف ۳۶ سال کام کرنے کا موقع ملا۔ اس مختصر مدت میں انہوں نے طباعت و اشاعت کے ساتھ ساتھ دوسری متعلقہ صنعتوں کو اس وقت فروغ دیا جب صنعت و حرفت جمود و تعطل کا شکار تھی۔ اور انہوں نے علم و فن کی جو مشعل روشن کی وہ آج بھی ہماری علمی و ادبی محفلوں اور اداروں کو منور کر رہی ہے۔ وہ سچے محبّ وطن اور علم دوست انسان تھے۔ ایک کامیاب ناشر اور تاجر کتب کی حیثیت سے بھی کامیاب تھے۔ اسی کے ساتھ انہوں نے فن صحافت کا معیار بلند کیا۔ ملک کی سیاسی خدمات میں پیش پیش رہے۔ وہ ایک سچے محبِ وطن تھے اور ان کا اودھ اخبار ملک کے اتحاد اور سالمیت کا حامی اور سماجی خدمات کا ترجمان تھا۔ سرسید احمد خان کی تحریکوں کا حامی تھا۔ انہوں نے قومی یک جہتی کے لئے بڑی محنت ۱۸۶۸ء میں ملیہ تہذیب کے نام سے ایک انجمن قائم کرائی جس میں لکھنؤ کے ممتاز لوگ شامل تھے۔ منشی نولکشور اس کے روح رواں تھے۔ اس کے ہفتہ وار جلسوں میں شریک ہوتے اور تقریر کرتے تھے۔

منشی نولکشور کو ملک میں اور خاص طور پر علمی دنیا میں بہت ہر دل عزیزی نصیب ہوئی۔ ہر مذہب اور قوم کے لوگ ان کی عزت کرتے تھے۔ ان کی مدح میں شعرا نے طول وطویل قصائد اور نظمیں لکھی ہیں۔ مرزا غالب نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ

”خدا نے ان کو زہرہ کی صورت اور مشتری کی سیرت دی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہے، گویا بجائے خود قرآن السعدین ہیں'' (اردوئے معلیٰ)

منشی نولکشور نے جو شہرت اور عزت حاصل کی وہ ان کی خدمات کے مقابلے میں کم ہے۔ ان کی زندگی آئندہ نسلوں کے لئے نمونہ عمل تھی۔ وہ ایک اوسطہ درجہ کے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے حصے میں کوئی بڑی خاندانی جائداد نہیں آئی۔ معمولی رقم سے کاروبار شروع کیا۔ دیانت داری اور انتھک محنت نے کاروبار کو ترقی دی۔ ان کی وفات کے وقت ڈاکٹر سکینہ مصنف تاریخ ادب اردو کے بقول انہوں نے ایک کروڑ کی جائداد چھوڑی۔ ان کے مطبع کی شاخیں کانپور۔ لاہور، پٹیالہ، الہ آباد۔ اجمیر شریف جبل پور میں قائم ہوگئی تھیں اور ایجنسیاں دہلی۔ پٹنہ، کلکتہ وغیرہ میں تھیں۔ لندن میں ان کا نمائندہ موجود تھا۔

منشی نولکشور حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت بھی ہندو مسلم مشترکہ تہذیب کا معیاری نمونہ تھی۔

## وفات

منشی نولکشور نے ۱۹ رفروری ۱۸۹۵ء میں اچانک وفات پائی۔ وہ نہایت تندرست تھے۔ وفات سے قبل بظاہر کسی مرض میں مبتلا نہیں ہوئے فرائض منصبی انجام دیتے ہوئے روح نے جسد خاکی کو الوداع کہا۔ اس وقت ان کی عمر انسٹھ سال تھی۔ ان کا جسد خاکی آخری رسوم کے لئے ایک طویل اسپیشل ٹرین سے کانپور لے جایا گیا۔ آخری رسوم ان کے متبنّی بیٹے پراگ نرائن کے ہاتھوں انجام پائیں۔

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# مطبع نولکشور اور کتابت کا فروغ

۱۸۵۸ء میں مطبع نولکشور کا قیام عمل میں آیا۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ اس وقت منشی نولکشور کی عمر تیئس سال تھی۔ انہوں نے آغاز شباب میں اخبار کوہ نور لاہور میں کام کیا تھا۔ جہاں صحافت ک علاوہ طباعت و اشاعت کے فن میں بھی مہارت حاصل کی۔ ان کو سب سے زیادہ فکر اپنا اخبار جاری کرنے کی تھی، ان کے دل میں ملک وقوم کی خدمت کا بے پناہ جذبہ تھا۔ اسی کے ساتھ تجارت بھی مقصود تھی۔ انہوں نے اپنی عملی سرگرمیوں کے لئے اودھ کی راجدھانی لکھنؤ کا انتخاب کیا۔ جو صدیوں سے علوم وفنون کا مرکز تھا۔ لکھنؤ آنے کے بعد انہوں نے وسطہ شہر کے محلّہ رکاب گنج میں ایک مکان کرایہ پر لیا۔ ایک ہینڈ پریس خریدا۔ اور چھوٹی چھوٹی کتابوں کی طباعت شروع کر دی۔ جو زیادہ بچوں کے نصاب کی تھیں۔ ابتداء میں دو تین کاتبوں سے کام لیا۔ اس کے بعد جیسے جیسے کام بڑھا۔ کارکنوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔ ہینڈ پریسوں کی تعداد بھی بڑھی۔ مختصر مدت میں اچھی خاصی ترقی ہوئی۔ انگریزی حکام بھی ان پر مہربان تھے۔ سرکاری دفاتر سے طباعت کا کام ملنے لگا جو سب اردو ہی میں ہوتا تھا۔ اس دوران منشی نولکشور نے عہد شاہی کے ان بزرگ خوشنویسوں کی خدمات حاصل کیں جو اپنی مہارتِ فن کے باعث مشہور ومقبول تھے۔ اور نہایت تجربہ کار تھے۔ ان کو پورے عزت و احترام سے مطبع میں جگہ دی۔ ان کی خدمات سے فائدہ اٹھایا اور ان کی راحت رسانی پر توجہ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کی۔ ان ماہرِ فن اساتذہ کی نگرانی میں نئے کاتبوں اور خوشنویسوں کی تربیت کا سلسلہ بھی جاری
ہوگیا۔ تا کہ کتابت کا سلسلہ بڑھے اور مستقل کے لئے اچھے لکھنے والے تیار ہوسکیں۔ منشی
نولکشور نے اپنے مطبع کی کشادہ عمارت میں باقاعدہ دارالکتابت قائم کردیا۔ اور اس میں
کتابت کا تمام ضروری سامان مہیا کرنے کا انتظام کیا۔ کتابت کا مخصوص کاغذ (مسطر رنگین
تیار کرنے اور روشنائی بنانے کے لئے ماہر کاریگر موجود تھے۔ اسی طرح دوسری چیزیں تیا
کرنے اور باہر سے فراہم کرنے کا خاص انتظام تھا۔ یہ سب دارالکتابت سے ملحق عمارات میں
رکھا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ کتابت کا اتنا سامان تیار ہونے لگا کہ اپنی خوبیوں کے باعث ملک کے
دوسرے مطابع کی فرمائشیں بھی پوری کی جاتی تھی۔ اس صیغہ کا نگران کوئی ماہر خوشنویس مقرر
کیا جاتا تھا۔ منشی نولکشور کی زندگی میں اس منصب پر منشی نثار حسین، مولوی ہادی علی، مولوی مح
اسمٰعیل، مولوی حامد علی، منشی اشرف علی جیسے بلند پایہ فنکار فائز رہے۔ انہیں کے زیرِ سایہ نئے
کاتبوں کی تربیت ہوئی اور یہ سلسلہ بڑھتا رہا جس میں منشی شمس الدین اعجاز رقم، منشی ابن حسن
میر حشمت علی جیسے ماہر خطاداد خوشنویس شامل ہیں۔

مطبع نولکشور کے دارالکتابت سے وابستہ کاتبوں کی تعداد سو سے زیادہ تھی۔ اور جو مطبع
کے باہر اپنے گھروں پر کام کرتے تھے ان کی تعداد بھی بہت تھی۔ منشی نولکشور کی وفات
(فروری ۱۸۹۵ء) کے بعد بھی یہ سلسلہ قائم رہا۔ ان کے تیسرے جانشین کے عہد ۱۹۵۰ء
میں مطبع دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ جس کی وجہ سے اس عظیم مطبع کو زوال سے ہمکنار ہونا پڑا او
اس کی بہت سی اہم خصوصیات کا خاتمہ ہوگیا۔ ۱۸۵۸ء سے ۱۹۵۰ء تک جن خوشنویسوں او
کاتبوں نے اس مطبع میں کام کیا ان کی تعداد کا احاطہ کرنا بہت دشوار ہے۔ تاہم اس کے لئے
جدوجہد جاری رہے گی۔ جو حالات فراہم ہوسکے وہ اس تذکرے میں شامل ہیں۔

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# مطبع نولکشور کے خطّاط و خوشنویس

## منشی امیر اللہ تسلیم

تسلیم ایک ماہر خطاط اور ممتاز خوشنویس تھے۔ ان کو کئی حیثیتوں سے شہرت حاصل ہے۔ وہ اردو کے ادیب اور خوش گو شاعر تھے۔ عربی و فارسی زبانوں میں بھی اچھی استعداد تھی۔ ان کا اردو دیوان شائع ہو چکا ہے۔

تسلیم کی ولادت ۱۸۰۸ء کو قصبہ مغلی (یا منگلسی) ضلع فیض آباد میں ہوئی۔ ان کے والد ماجد مولوی شیخ عبدالصمد ایک تعلیم یافتہ بزرگ تھے۔ تسلیم نے انہیں کی نگرانی میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ نہایت محنتی اور ذہین تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد فکر معاش میں سرگرداں ہوئے۔ اودھ کی شاہی فوج میں ملازمت اختیار کی، اس وقت کی عمر ۱۵ سال تھی۔ یہ امجد علی شاہ کا دورِ حکومت تھا۔ خوشنویسی کا شوق بچپن سے تھا دورانِ ملازمت بھی خالی اوقات میں مشق کرتے رہتے تھے۔ اس زمانے میں مطبع مصطفائی کو لکھنؤ میں بہت شہرت حاصل تھی، عمدہ طباعت و کتابت کرتے تھے۔ انہوں نے فن خوشنویسی میں منشی عبدالحی سندیلوی کی شاگردی اختیار کی جو مشہور و ماہر خوشنویس تھے۔

۱۸۴۸ء میں واجد علی شاہ تخت نشین ہوئے تو اس وقت اودھ پر انگریزی حکومت کی گرفت مستحکم ہو چکی تھی۔ انہوں نے شاہ اودھ پر زور ڈالا کہ وہ اپنی فوجی بٹالین توڑ دیں۔ پہلے وہی پلٹن ختم کی گئی جس میں تسلیم ملازم تھے۔ جب وہ بیروزگاری کے باعث پریشان ہوئے تو

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

واجد علی شاہ کے دربار میں ایک منظوم درخواست پیش کی جس میں ذریعہ معاش بند ہونے
شکوہ کیا۔ان کی درخواست پر بادشاہ نے یہ منظوم جواب اور حکم نامہ صادر کیا۔

بشنوا سے خوشنویس دائے خوش گو
ہر دو فن کئی وہر دو نکو
اسمِ تو مندرج بہ دفتر شد
بست و دو روپیہ مقرر شد

اس کے بعد تسلیم کو بائیس روپہ ماہوار وظیفہ ملنے لگا۔ساتھ ہی کتابت بھی کرتے رہے
۱۸۵۷ء میں انگریزوں نے واجد علی شاہ کو حکومت سے معزول کر دیا اور کلکتہ میں مٹیا برج کے
علاقے میں نظر بند کر دیا گیا۔اس واقعہ کے بعد تسلیم کا وظیفہ بند ہو گیا۔اور کچھ عرصہ سخت
پریشانی میں گزرا۔۱۸۵۷ء کے غدر میں لکھنؤ کے مطابع بھی تباہ ہو گئے۔اس لئے کاتبوں
ذریعہ معاش بھی ختم ہو گیا تھا۔۱۸۵۸ء کے وسط میں منشی نولکشور نے لکھنؤ میں اپنا مطبع جاری
کیا اور ماہ نومبر میں اودھ اخبار نکالا۔اس وقت ان کو اچھے خوشنویس کاتبوں کی ضرورت محسوس
ہوئی، وہ نہایت مردم شناس آدمی تھے۔تسلیم کے متعلق ان کو معلومات حاصل ہوئیں تو انہوں
نے نہایت عزت و تکریم سے ان کو اپنے مطبع میں کام کرنے کے لئے رضامند کر لیا۔منشی
نولکشور ماہرین فن کے بڑے قدردان تھے، انہوں نے اپنے ایک مضمون میں تسلیم کا تعارف
اس طرح کرایا ہے۔

"خوشنویسانِ جادو نگار عمدہ روزگار ہین جیسے امیر اللہ متخلص
بہ تسلیم۔

مطبع نولکشور میں تسلیم بحیثیت کاتب آئے تھ لیکن ان کی علمی لیاقت کے پیش نظر ان کے
سپرد تصیح کتب کا کام بھی کیا گیا، اور اودھ اخبار کے عملۂ ادارت سے بھی وابستہ رہے۔تسلیم
نے غالب کی مشہور کتاب قاطع برہان کی دیدہ زیب کتابت کی، جسے مطبع نولکشور نے نہایت

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اہتمام سے طبع کیا۔ اس کی اشاعت کی اطلاع اہلِ علم کو دینا ضروری تھا۔ کئی ماہ تک اس کا اشتہار اودھ اخبار میں شائع ہوتا رہا۔ انہوں نے مطبع کی کئی بڑی چھوٹی کتابوں کی کتابت کی، ساتھ ہی صحت کا کام بھی کرتے تھے۔ حسب ضرورت اودھ اخبار کے بعض مضامین کی کتابت کر دیتے تھے۔ قاطع برہان کا پہلا ایڈیشن انہیں کا کتابت کیا ہوا تھا۔ تسلیم نے شاعری میں نسیم دہلوی (شاگرد مومن) کی شاگردی اختیار کی، ان کی خوش قسمتی تھی کہ خود نسیم ان دنوں مطبع میں ملازم تھے۔ تسلیم کو ان کے ساتھ کام کرنے اور اٹھنے بیٹھنے کا موقع خوب ملتا تھا۔ انہوں نے نسیم کے دیوان پر مقدمہ بھی لکھا، اور ان کی وفات پر قطع تاریخ کہا تھا جس پر ان کے ان کے ایک ہم عصر شاعر جو، ہرسنگھ جواہر نے اعتراض کیا تھا، اور منشی نولکشور کو خط لکھ کر ایک غلطی کی طرف توجہ دلائی تھی اس کا جواب تسلیم نے دیا تھا جو اودھ اخبار کے شمارہ ماہ ۱۱رفروری ۱۸۶۳ء کو شائع ہوا تھا۔ اسی اشاعت میں آئندہ اس بحث کو روکنے کے لئے منشی نولکشور کی ایک مختصر تحریر شائع ہوئی تھی وج بڑی سوجھ بوجھ پر مبنی ہے، لکھتے ہیں۔

> ''ہم الطاف نامۂ جواہر کے درج کرنے سے کمال خوش ہوتے ہیں۔ ہم کو بحث علمی کے اندراج سے شکایت کا کیا منصب تھا۔ لیکن یقیناً نتیجہ بحث علمی نوبت بہ نفسانیت نہ ہو، مضائقہ نہیں۔ بمطبوع خاطر اس کی اشاعت میں احباب کی خوشی اور اس کو باعث افتخار جانتے ہیں۔''

منشی نولکشور کی اس سنجیدہ تحریر کے باعث مزید نوک جھونک کی نوبت نہ آئی، جس میں ایک دوسرے کے متعلق نازیبا تحریریں شائع کرنے کا اندیشہ تھا۔ بہر حال تسلیم نے مختلف اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی، ان کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔ اور انکے حالات و کارناموں پر تحقیق کام بھی ہو رہا ہے۔

تسلیم آخر عمر تک مطبع نولکشور سے وابستہ ہے، انہوں نے چھوٹی بڑی بہت سی کتابوں کی کتابت کی ہے، نسخ اور نستعلیق دونوں میں ماہر تھے۔ خفی اور جلی دونوں خط اچھے تھے۔ انہوں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نے اردو اور فارسی کی متعدد کتابوں پر حواشی بھی لکھے ہیں۔

ڈاکٹر رام بابو سکسینہ نے تاریخ ادب اردو میں ان کو بحیثیت شاعر پیش کیا ہے۔ اور ان کی ایک تصویر بھی شامل کی ہے۔ مرزا محمد عسکری مترجم تاریخ ادب اردو نے اپنے مرتبہ کرۂ شعرا میں تسلیم کے حالات بھی لکھے ہیں۔ ان کی شائع شدہ تصویر پر بھی اظہار خیال کرتے ہو۔ لکھا ہے کہ:

> غریب خانہ کے متصل ایک مسجد سے جہاں تسلیم تشریف لایا کرتے تھے، والد صاحب سے بہت ملاقات تھی۔ ان کے کہنے سے ابتدائی مشق خوشنویسی مجھ سے کرائی تھی۔ تسلیم کی تصویر جو تاریخ ادب اردو میں دی ہے، اس میں ایک ہاتھ میں لکڑی اور دوسرے میں تسبیح ہے اور سر پر پگڑی بھی ہے...... مگر نجد ایہ شان اور لباس ان بزرگ کا ہرگز نہ تھا، ان کے ہاتھ میں اتنی بڑی تسبیح میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ وہ نہایت بے ریا۔ سیدھے سارے، مذہبی آدمی تھے۔ صورت نہایت نورانی، چھوٹی داڑھی، جیسا میں نے ان کو اس زمانے میں دیکھا۔

تسلیم نے ۲۷ مئی ۱۹۱۱ء کو لکھنو میں وفات پائی۔

## منشی آلِ حسن

مطبع نولکشور کاتب تھے۔ لکھنو کے نہایت اچھے خطا اور خوشنویس، نسخ اور نستعلیق دونوں میں مہارت۔ لیکن تسعلیق میں امتیاز حاصل تھا۔ انہوں نے علاوہ دوری کتابوں کے کلیت شمس تبریز جیسی ضخیم کتاب نہایت دیدہ زیب نستعلیق میں لکھی تھی، جو یک ہزار چھیالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا کچھ حصہ منشی شیو پرشاد نے لکھا ہے اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ دونوں کے خطوں میں اس قدر یکسانیت ہے کہ آسانی سے دیکھنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ دو ہاتھوں کی تحریر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہے صرف ماہرِ فنکار ہی برائے نام فرق کو پہچان سکتے ہیں۔ آلِ حسن نے اودھ اخبار کے مضامین کی کتابت بھی کی ہے۔ منشی نولکشور ان کی خدمات اور فنی مہارت کے معترف تھے۔ انکا وطن لکھنؤ ہے۔ مگر باوجود جستجو کے حالات زندگی معلوم نہ ہو سکے۔ آخر عمر تک مطبع نولکشور میں ملازم رہے۔

## میر ابنِ حسن

ماہر فن خطاط وخوشنویس تھے۔ انہوں نے لکھنو کے ممتاز اساتذہ فن سے تعلیم حاصل کی تھی۔ خطاطی کے علاوہ ان میں انتظامی صلاحیت بہت اچھی تھی، منشی نولکشور نے انہیں خوبیوں کے باعث ان کی خدمات حاصل کی تھیں۔ ان کو کتابت کے علاوہ تصحیح کتب کا کام بھی دیا گیا تھا۔ کچھ عرصہ بعد وہ اس شعبہ کے افسر بنا دیے گئے۔ وہ خاص طور پر اودھ اخبار کے کاتبوں کی نگرانی کرتے تھے۔ خط نستعلیق سے خاص شغف تھا۔ اودھ اخبار کے اہم مضامین کی کتابت کرتے تھے۔ منشی نولکشور نے ۱۸۷۳ء کے آغاز میں اپنے مطبع کے خاص خاص کارکنوں کے حالات پر ایک مضمون لکھا تھا۔ اس میں آلِ حسن کے متعلق لکھا ہے کہ:

> ”میر ابنِ حسن صاحب مطبع اودھ اخبار میں افسرِ عملہ تصحیح و خوشنیویساں مطبع تھے اب بمبئی کی ایجنٹی کے گماشتہ اول درجہ کے ہیں۔ نہایت دیانت دار اور ان کا کام بمقابلہ جملہ ایجنٹی کے کمال درجہ کی لیاقت کا ہے۔“

منشی نولکشور نے ان کی غیر معمولی انتظامی صلاحیت کے پیش نظر ان کو اودھ اخبار کا نمائندہ اور مطبع کا ایجنٹ مقرر کر کے بمبئی میں متعین کیا تھا۔ اس خدمت کو انہوں نے بخوبی انجام دیا۔ وہ اودھ اخبار کے لئے خبر رسانی کی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔ منشی نولکشور کے ایک خاص دوست میاں داد خان سیاح جب بمبئی گئے تو میر ابنِ حسن کے مہمان ہوئے اور ان کی خوش انتظامی سے بہت خوش ہو کر ان کی کارگزاری کی تعریف منشی نولکشور سے ایک خط کے ذریعہ کی۔ جس کا ذکر سیاح کی تصنیف سیرِ سیاح میں موجود ہے۔ میر ابن حسن کے مزید

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

حالاتِ زندگی نہیں معلوم ہوسک، لیکن ان کا نام مطبع نولکشور کے پرانے رجسٹروں میں متع
جگہ نظر آتا ہے۔ وہ منشی شمس الدین اعجاز رقم کے ہم عصر تھے۔ ان کے شاگردوں میں کئی اچ
خطاط تھے۔

## مولوی محمد اسمٰعیل

عہدِ نولکشور کے ممتاز خوشنویس اور خطاط تھے۔ خط نستعلیق میں مہارت حاصل تھی۔
اپنی انتظام صلاحیتوں کے باعث مطبع نولکشور کے اہم کارکنوں میں شمار کئے جاتے تھے
کتابوں کے علاوہ اودھ اخبار کی کتابت بھی کرتے تھے۔ منشی نولکشور نے ان کو کاتبوں کا نگرا
بنا دیا تھا۔ مطبع کی مطبوعات کی فہرستیں ان کی نگرانی میں مرتب کی جاتی تھیں۔ فہرستوں
کتابت کرنے والے کاتبوں کا انتخاب وہی کرتے تھے۔ بعض کتابوں کی صحت بھی کر
تھے۔ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے، عربی فارسی میں مہارت حاصل تھی۔ منشی نولکشور کو ان پر بہت اعت
تھا۔ اسی لئے ان کو نولکشور پریس کانپور کا ناظم عمومی بنا دیا تھا۔ اس زمانے میں منشی بھگوان وہا
عاقل پریس کے منیجر تھے۔ اس زمانے کے ماہر داستان گو محمد جان مریخ کی تصنیف داستا
''سامری نامہ'' کی کتابت انہیں کی نگرانی میں ہوئی، جس کی صحت کتابت، مرزا فدا علی خنج
کرتے تھے جو ممتاز ناول نگار تھے۔ اس داستان کی چار جلدیں مکمل ہو چکی تھیں تو اچانک کس
خاص سبب سے بقیہ جلدوں کی کتابت روک دی گئی تھی۔

مولوی اسمٰعیل کے حالاتِ زندگی معلوم نہیں ہو سکے، مطبع نولکشور میں موجود رجسٹرو
اور متفرق کاغذات سے جو کچھ معلوم ہو سکا اسی پر اکتفاء کرنا پڑا۔ ۱۸۸۹ء اور ۱۸۹۰ء ک
رجسٹروں میں کئی جگہ منشی نولکشور نے ان کے نام بعض احکامات و ہدایات لکھی ہیں۔ ان ک
ایک تحریر کا عکس پیش کیا جا رہا ہے۔ ان کی نگرانی میں ہندی مسودات کی کتابت ہوتی تھ
جو ٹائپ کے بجائے لیتھو پریس پر طبع ہوتی تھیں۔ شاہ نامہ فردوسی کے ہندی ترجمہ کی پہلی جل
انہیں کی نگرانی میں طبع ہوئی تھی۔ اس زمانے میں ہندی کی بیشتر کتابیں کاتب ہی لکھتے تھے
ٹائپ کا عام رواج کافی عرصے بعد ہوا۔ اکثر کاتب اردو اور دیوناگری دونوں رسم الخطوں میں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کتابت کرتے تھے۔ یہ سلسلہ لکھنؤ اور کانپور دونوں جگہ جاری تھی۔

## "منشی اشرف الی اشرفؔ"

مشہور خطاط۔ بلند مرتبہ خوشنویس، اور ماہرِ فن نسخ نگار تھے۔ ان کا شمار درجہ اول کے کاتبوں میں کیا جاتا ہے۔ وہ لکھنو کے رہنے والے تھے۔ وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اردو کے علاوہ، عربی و فارسی کی اچھی استعداد تھی۔ اسلامی علوم سے بخوبی واقف تھے۔ ان کو فن خطاطی کا شوق طالب علمی کے زمانے سے تھا۔ اس زمانے میں اس فن کے ممتاز اساتذہ میں منشی امیر اللہ تسلیم جیسے استاد کی شہرت عام تھی، اشرف علی ان کے حلقۂ شاگردی میں شامل ہو گئے اور اس فن کی تحصیل پر پوری توجہ صرف کی۔ انہوں نے نسخ اور نستعلیق دونوں خطوں کے رموز و نکات سے واقفیت حاصل کی۔ خط نسخ سے ان کو خاص لگاؤ تھا۔ اس میں مہارت حاصل کرنے لئے مسلسل مشق کا سلسلہ جاری رکھا۔ منشی نولکشور کو ایسے خوشنویسوں کی تلاش تھی، جو خطِ نسخ بہتر سے بہتر لکھ سکیں تا کہ ان سے قرآن شریف کی کتابت کرا سکیں۔ جس کا لکھنے والا عربی زبان سے واقف ہو، قرآن مجید کے متعلق ضروری معلومات بھی ہوں۔ انہوں نے اشرف علی کو مطبع میں کام کرنے کے لئے آمادہ کر لیا۔ اور قرآن پاک کی کتابت ان کے سپرد کی۔ اشرف علی نے مختلف سائز کے چار یا پانچ قرآن شریف لکھے جو بہت مقبول ہوئے۔ ان میں مترجم اور معرّیٰ دونوں شامل ہیں۔ منشی نولکشور نے ان کے متعلق اپنے جن خیالات کا اظہار کیا ہے اس کا اندازہ اس تعارف سے ہوتا ہے جو انہوں نے خود کرایا ہے۔

> منشی اشرف علی صاحب اشرف۔ عربی و فارسی دونوں
> خطوں میں یکتا ہیں۔ قرآن کئی مرتبہ لکھے اور چھپے۔ فی
> الحال جلی قلم کا قرآن عبدالقادر کے ترجمے کا تحریر کرتے ہیں
> جو مطبع کانپور میں چھپتا ہے۔

منشی اشرف علی کے لکھے ہوئے قرآن شریف کے چسپاں پتھر طباعت کے بعد محفوظ کر دیئے جاتے تھے۔ اور دوبارہ انہیں پر نیا ایڈیشن طبع ہوتا تھا۔ ان کا خط نہایت خوشنما،

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

صاف اور پڑھنے میں آسان ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہونے والے یہ قرآن شریف
اب تک اپنی نمایاں خصوصیات کے باعث مقبول ہیں، انہیں کی نقل ملک کے دوسرے مطا
نے بھی طبع کرائی۔ نولکشور پریس میں جتنے قرآن شریف طبع ہوئے ان میں بیشتر کی کتابت
مولوی ہادی علی اور منشی اشرف علی نے کی ہے۔ ان کی طباعت و اشاعت کا سلسلہ منشی نولکش
کے ابتدائی عہدے سے ۱۹۴۷ء تک نہایت خوش اسلوبی سے جاری رہا۔ اور ۱۹۵۰ء
بالکل ختم ہوگیا۔

منشی اشرف علی کو نستعلیق نویسی میں بھی کمال حاصل تھا۔ انہوں ن جو مترجم قرآن شریف
لکھے ہیں ان میں اردو ترجمہ خط نستعلیق میں ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے عربی قاعدے
پارے اور پنج سورے بھی لکھے ہیں۔ ان کی کتابت کی صحت بھی خود کرتے تھے۔ وہ آخر عمر تک
مطبع نولکشور کے شعبہ کتابت سے منسلک رہے۔ اشرف علی نے خط نسخ میں علامہ فیضی کی مشہ
تفسیر قرآن سواطع الالہام لکھی جو ان کا بڑا کارنامہ ہے۔ ان کے لکھے ہوئے حسب ذ
قرآن مجید لاکھوں کی تعداد میں طبع ہوئے۔

۱۔ قرآن مجید جلی قلم پنج مہری (یعنی پانچ عالموں نے اس کی صحت کی تصدیق تحریری طور پر کی ہے۔
۲۔ قرآن مجید مترجم مع تفسیری حواشی۔
۳۔ قرآن مجید متوسط قلم۔
۴۔ قرآن مجید جلی قلم مترجم
۵۔ قرآن مجید ۳۴ جز
۶۔ حمائل متوسط۔
۷۔ حمائل خُرد۔

یہ قرآن مجید سینکڑوں پتھروں پر چسپیدہ رہے اور ۱۹۵۰ء تک کم و بیش طبع ہوتے ر
صرف نمبر ۱ اور نمبر ۲ کم طبع ہوئے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## منشی امیر علی نقاش

ماہرِ فن خوشنویس اور بلند پایہ نقاش تھے۔ مطبع نولکشور کی قدیم مطبوعات کے سرِ ورق ان کی نقاشی کے نہایت دلکش و دیدہ زیب نمونے ہیں اور ان پر لکھے ہوئے کتابوں اور مطبع کے نام خط نستعلیق میں ان کی مہارت فن کے شاہد ہیں۔ امیر علی، مطبع نولکشور کے ابتدائی دور میں اس سے وابستہ ہو گئے تھے۔ منشی نولکشور کی دور بین نگاہوں نے ان کی فنی مہارت سے واقف ہونے کے بعد، انہیں اپنے مطبع میں کام کرنے کے لئے آمادہ کر لیا تھا۔ وہ لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کے لکھے ہوئے خط گلزار کے 'قطعت' اور 'نام' لوگ آرائش کے لئے اپنے مکانوں میں آویزاں کرتے تھے۔ مطبع نولکشور سے شائع ہونے والی کتابوں کے سرِ ورق تیار کرنا، ان کے سپرد تھا۔ منشی نولکشور نے ان کو "یادگارِ مانی بہزاد" کے خطاب س نوازا تھا۔ انہوں نے ۱۸۷۳ء کے آغاز میں اپنے مطبع کے چند کارکنوں کا ذکر اپنی سالانہ رپورٹ میں کیا ہے۔ اس میں منشی امیر علی کے متعلق لکھا ہے کہ:

> امیر علی نقاش بہ قدیم خدمت گزار اس مطبع کے یادگارِ مانی بہزاد ہیں۔ ان کے بھائی قائم علی مصوّر ہیں۔ ان دونوں بھائیوں نے مطبع کی روشنائی سے جو کام بنائے، ہم نے کہیں دیکھا نہیں تقریب یوم کلاں (بڑا دن) جو تحائف، وصلیاں وقطعات ونقش ونگار کے قطعے پیش ہوئے حکام نے ان کو نہایت تعریف کے ساتھ سراہا۔ جس قدر لوح و تصاویر اور نقاشی و مصوری کے کام نمائش گاہ لندن میں بڑی محنت سے کام کیا۔

مذکورہ اقتباس س اندازہ ہوتا ہے کہ منشی نولکشور امیر علی اور ان کے بھائی قائم علی کے فن سے کس قدر متاثر تھے۔ ماہ مئی ۱۸۷۲ء کو لندن میں ایک بڑی نمائش ہوئی تھی۔ منشی نولکشور نے اپنے مطبع کی طرف سے اس نمائش کے لئے کتبات، قطعات اور وصلیاں بھی تیار

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کرا کے ارسال کی تھیں جو اعلیٰ نقش و نگار اور بارہ مختلف رنگوں سے مزین تھیں، نستعلیق اور
کی تحریر اور طغرے ماہر خوشنویسوں نے لکھے تھے اور نقش نگار و بیل بوٹے شیخ امیر علی اور ا
کے بھائی قائم علی نے بنائے تھے۔ اس کے علاوہ جو کتابیں نمائش میں رکھی گئی تھیں ان کے
ورق بھی انہیں ماہر فنکاروں نے تیار کئے تھے۔ بعض کتابیں مصور تھیں اور تصاویر بھی کتاب
کے طریقے پر اسی کاغذ اور روشنائی سے بنا کر پتھروں پر چسپاں کی گئیں اور ان کی طباعت عم
میں ائی، جن کو قدیم مطبوعات نولکشور میں دیکھا جاسکتا ہے۔ لندن کی نمائش کے متعلق م
نولکشور نے خود اپنی مرتب کی ہوئی سالانہ روداد میں لکھا ہے کہ:

> جو عمدہ کتاب اور نمونہ جات چھاپہ پتھر اور کارخانہ ٹیپ کے یہاں چھپے اور چھپتے ہیں تو اس صنعت کا کمال خاص مدنظر رہا ہے۔ خدا کی شان جلوہ دکھا رہی ہے۔ بہار آرہی ہے۔ اسی سال نمائش گاہ لندن جو ماہ مئی ۱۸۷۲ء میں ہونے والا ہے۔ حسب الایمائے جناب خداوند نعمت مسٹر کالن برونگ صاحب ایم۔ ائی۔ ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن ملک اودھ جو نمونہ جات مختلف رنگ کے روانہ ہوئے، وہ نکات اور باریکیاں ..... بادی النظر میں نہیں آئیں، پانچ رنگ تک کے پھول پتے سونے کا چھپا ہوا، اپنی اپنی جگہ پر ہر ایک رنگ کی خوشنمائی گویا ہاتھ کا کام قدرتی تھا عجیب معلوم ہوتی تھی۔ یہ اس نمائش گاہ کے لئے قریب بارہ قسم کی مختلف روشنائی نکالی گئی۔ سبحان اللہ! اس عمدہ صنعت کو جیسا کہ راقم نے اس مطبع عالیشان میں جلوہ دیکھا یا اینکہ ..... اور مختلف شہروں میں زمانہ اسی شغل میں بسر کیا مگر ایسا کام نہ دیکھا۔ ابھی دوروز کا مذکور ہے کہ ۵

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

منٹ میں کاپی لکھی گئی اور پتھر گرم ہوا اور پروف حاصل
ہوا۔ کام کے اندر یہ عجلت ماشاء اللہ، چشم بدور۔

لندن کی نمائش میں مطبع کو بطور انعام سونے کا تغمہ اور ایک سند عطا کی گئی۔ امیر علی آخر عمر تک مطبع سے وابستہ رہے۔ ان کی مہارت فن کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ مولوی محسن علی ساقی شاگرد ناسخ نے منشی نولکشور اور کارکنان مطبع کا ذکر ایک مختصر مثنوی میں کیا ہے پدماوت بھاکا میں بطور تقریظ شامل ہے۔ اس میں منشی امیر علی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

ادراک دوسرے ہیں امیر علی — اور ان کا وہ بیٹا وزیر علی
غضب کے یہ نقاش ہیں تیز دست — لکھیں آب پر شکلِ بالا و پست
جو تحریر کی جان پیدا ہوئی — جو تصویر کھینچی وہ گویا ہوئی

## منشی محمد افضل حسین

منشی شمس الدین اعجاز رقم کو اپنے جن ارشد تلامذہ پر ناز تھا، ان میں منشی محمد افضل کا نام سرِ فہرست ہے۔ وہ فن خطاطی اور خوشنویسی میں اپنی مہارتِ فن کے باعث بہت مشہور ہیں۔ وہ صاحبِ علم و دانش تھے۔ فارسی، اردو، دونوں زبانوں کے ادب میں ماہر اور عربی زبان سے واقف تھے۔ خوشنویسی کا ذوق وشوق بچپن سے تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد زیادہ وقت خوشنویسی میں صرف کرتے تھے، اور استاد کی خدمت میں حاضری روزانہ کا معمول تھا۔ ان کا تعلق ایک معزز خاندان سے ہے جو زیادہ خوشحال نہ تھا۔ وہ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کو خط نسخ اور نستعلیق کے علاوہ آرائشی تحریروں سے بھی دلچسپی تھی۔ انہوں نے بہت عرصہ تک مطبع نولکشور میں مسودات کی کتابت کی۔ اردو فارسی کے علاوہ عربی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ کتابوں کے سرِ ورق پر جلی قلم سے نام بہت خوشنما لکھتے تھے۔ نقش ونگار بھی بہت دلکش بنائے ہیں۔ انہوں نے مطبع نولکشور میں ملازمت نہیں کی، طے شدہ اجرت پر کام کرتے تھے۔ آخر عمر میں اپنے ذاتی حالات کے باعث ریشان رہے۔ راقم الحروف نے ان کا آخری زمانہ دیکھا ہے، جب وہ پیرانہ سالی کے باوجود محترم تاج الدین عشرت سے ملاقات کے لئے ان

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کے مکان پر آتے تھے۔ دراز قد، خوشرو اور جامہ زیب شخصیت کے حاصل تھے۔ ان کی عم
آخری زمانہ محلّہ کھالہ بازار کی مسجد میں گزرا، جو ان کے مکان کے قریب تھی۔ اس حادثہ
زخمی ہو کر وفات پائی۔ یہ واقعہ ۵۵-۱۹۵۴ء میں پیش آیا، اس وقت ان کی عمر تقریباً نوّے سا
تھی۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ راقم الحروف نے اس مسجد کے آس پاس رہنے والے لوگو
سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی مگر کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ پیشِ نظر معلومات ان کے
شاگردوں سے حاصل ہوئیں۔ منشی محمد افضل لاولد تھے۔ ان کے شاگردوں میں بعض نام
اور ماہر کاتب بقید حیات ہیں جن کا ذکر اس تذکرے میں شامل ہے۔

## مولوی سید انوار احمد

لکھنؤ کے ایک معزز خاندانِ سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ فنِ خطاطی اور خوشنو
میں ان کی مہارت مسلم ہے۔ ان کے والد ماجد مولوی سید احمد ماہر فن خطاط و خوشنویس ہو
کے علاوہ بہت ذی علم شخصیت کے حامل تھے۔ انہیں منشی امیر اللہ تسلیم اور منشی ہادی علی کے
عصر ہونے کا شرف حاصل تھا۔ لیکن یہ تصدیق نہ ہو سکی کہ کس کے شاگرد رشید تھے۔ مولو
انوار احمد نے بچپن سے ہی اپنے والد سے خوشنویسی کی تعلیم حاصل کی، اس دور کی مروجہ تعلیم
تحصیل کے ساتھ، تحریر کی مشق جاری رکھی، سنِ شعور پہنچے تو کتابت کو ذریعہ معاش بنایا۔ ا
الد کے بعد انہوں نے منشی شمس الدین اعجاز رقم کی شاگردی اختیار کی اور خط نسخ اور نستعلیق
دونوں میں نمایاں حیثیت حاصل کی۔ مطبع نولکشور میں ان کے والد کتابت کرتے تھے۔ انو
احمد نے بھی مطبع نولکشور کا رخ کیا جہاں کام کی کمی نہ تھی۔ باقاعدہ سلسلہ ملازمت میں شا
نہیں ہوئے لیکن زندگی کے بیشتر حصے میں اسی مطبع کا کام کرتے رہے۔ انہوں نے چار پا
قرآن مجید لکھے۔ اس کے علاوہ خس نستعلیق میں اردو فارسی کے دواوین اور کلیات کی کتاب
کی۔ مذہبی کتابوں میں مظاہر حق شرح مشکوٰۃ کی پانچ جلدوں میں نصف کی کتابت انہو
نے کی۔ ہر جلد بہت بڑے سائز کے ساتھ آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ حدیث کی مشہور فار
کتاب ''اشعۃ اللمعات'' لکھی جو چار ضخیم جلدوں میں ہے۔ نہایت محنتی، ایماندار اور مرنجا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

مرنج انسان تھے۔اعجاز رقم کے شاگردوں کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔انوار احمد اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی تھے۔انہوں نے اپنے رکھ رکھاؤ سے اس فن کی آبرو بڑھائی۔لکھنؤ میں مولوی انوار احمد اپنے آبائی مکان میں رہتے تھے جو محلہ جتیاباغ، نزد راجہ بازار میں واقع ہے۔وہیں طویل علالت کے بعد ۱۹۷۱ء میں وفات پائی۔ان کے دو بیٹوں نے باپ کا فن وراثت میں پایا اور اس کو آج تک سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔بڑے بیٹے نثار احمد اور چھوٹے انصار احمد، اچھے خوشنویس ہیں اور دونوں کتابت کے فن سے گہرا لگاؤ رکھتے تھے۔اور اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر رواں دواں ہیں۔

مولوی انوار احمد کے ہاتھ کا لکھا ہوا کوئی کتبہ یا قطع دستیاب نہ ہو سکا۔ان کی لکھی ہوئی مطبوعہ کتابوں سے ان کی خوبیوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔چند کتابوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ایک عکسِ تحریر پیش نظر تذکرے میں شامل ہے۔

## منشی محمد باقر علی ہمسرؔ

ہمسرؔ منشی شمس الدین اعجاز رقم کے شاگرد رشید تھے۔فن خطاطی و خوشنویسی میں ماہر تھے۔ان کا تعلق لکھنؤ کے ایک معزز خاندان سے تھا۔فارسی اردو دونوں زبانوں میں مہارت حاصل تھی۔بچپن سے خوشنویسی کا شوق تھا۔منشی شمس الدین اعجاز رقم سے شرف تلمذ حاصل کیا اور استاد کے خط سے خط ملان کی کوشش میں لگے رہے۔سن شعور کو پہنچے تو مطبع نولکشور سے وابستہ ہو گئے۔یہ وہ زمانہ تھا جب منشی شمس الدین مطبع میں کتابت کرتے تھے اور مولانا عبدالعلی آسی مدراسی صحت کتابت پر مامور تھے۔جب منشی شمس الدین نے گلستان باتصویر کی کتابت کی اور اس کی اشاعت عمل میں اائی تو مولانا آسی مدراسی نے اس پر فارسی میں طویل تقریظ لکھی۔اور منشی باقر علی ہمسرؔ نے قطعہ تاریخِ طباعت فارسی میں تحریر کیا جو کتاب کے پہلے ایڈیشن میں شامل ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کو اپنے استاد سے کس درجہ محبت و عقیدت تھی۔

ہمسرؔ نے مطبع میں فارسی ہوتا ہے کہ ان کو اپنے استاد سے کس درجہ محبت و عقیدت تھی۔ ہمسر نے مطبع میں فارسی اور اردو کی بہت کتابیں لکھیں۔خط نستعلیق میں ان کو بہت مہارت حاصل

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تھی۔ نسخ بھی اچھا لکھتے تھے۔

ہمسر کو شعر و شاعری میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ لکھنو کی ادبی محفلوں اور شاعروں میں
شرکت کرتے تھے۔ ان کے ہم عصر ساتھیوں میں واجد علی شیریں رقم بھی تھے جن کو منشی
الدین کی شاگردی پر بہت ناز تھا۔

## منشی برج لال

مطبع نولکشور کے اچھے کاتبوں میں تھے، اردو ہندی دونوں رسم الخطوں میں کتابت
کرتے تھے۔ انہوں نے اردو کی چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ مطبع کی فہرست کتب
لکھنے والے کاتبوں میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ مالک مطبع کے رجسٹر احکامات میں ایک جگہ
نولکشور کی ایک تحریر ہے کہ جدید فہرست کتب عباس علی اور برج لال مل کر لکھیں۔ اس دور
کتابوں کی چھوٹی بڑی فہرستیں شائع ہوتی رہتی تھیں۔ منشی نولکشور کے حکم سے اندازہ ہوتا ہے
برج لال کا شمار مطبع کے اچھے کاتبوں میں کیا جاتا تھا۔ ہندی کتب کی فہرستیں لکھی ہیں جو
پریس میں طبع ہوتی تھیں۔ کیونکہ اس وقت ٹائپ کی طباعت کا سکشن زیادہ وسیع نہ تھا۔ ا
کے علاوہ لیتھوگرافی طریقہ طباعت میں وقت کم صرف ہوتا اور اخراجات بھی کم ہوتے تھے
اسی لئے مطبع نولکشور میں ہندی کی سینکڑوں کتابیں اسی طریقہ پر طبع ہوتی تھیں۔

## پیارے لال کلاں

خط نستعلیق میں بہت ماہر تھے۔ مطبع نولکشور میں کتابت کرتے تھے۔ اودھ اخبار
مضامین اور خبروں کی کتابت بھی حسب ضرورت کر دیتے تھے۔ دیگر کتابوں کے علاوہ انہو
نے شرح دیوان عرفی شیرازی کی نہایت اچھی کتابت کی تھی جو ۱۸۶ صفحات پر مشتمل ہے
جس کے مصنف مولوی قطب الدین فارغ دہلوی اور مترجم مولوی ابوالحسن فرید آبادی ہیں
یہ شرح ۱۸۸۷ء میں مطبع نے شائع کی تھی۔ پیارے لال لکھنؤ کے رہنے والے تھے اور ا
عہد کے اساتذہ فن سے خطاطی و خوشنویسی کی تعلیم حاصل کی تھی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## منشی تلک رام ہوشؔ

مطبع نولکشور کے خوشنویسوں اور کاتوں میں مہارت فن کے باعث بہت مشہور و مقبول تھے۔ خط نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ مطبع کے ابتدائی دور میں منشی امیر اللہ تعلیم جیسے ماہر فن استاد کی شاگردی اختیار کی اور قلیل مدت میں مسلسل مشق کر کے اچھے خوشنویسوں میں شمار ہونے لگے اور اس کے بعد مطبع سے وابستہ ہو گئے۔ پہلے اودھ اخبار لکھنے پر مامور ہوئے۔ اس کے بعد مطبع کے مسودات کی کتابت بھی کی۔ تعلیم و تربیت اچھی پائی تھی۔ فارسی زبان خوب جانتے تھے، لکھنو کی ادبی فضا نے شعر و شاعری کا ذوق و شوق پیدا کر دیا تھا۔ ہوش تخلص اختیار کیا۔ ان کا تعلق لکھنؤ کے ایک کائستھ خاندان سے تھا۔ لکھنو کے اکثر کائستھ خاندان علوم و فنون کی خدمت میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ خوشنویسی کے فروغ میں ان کا بڑا حصہ ہے۔

## منشی جلال شاہ

لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ فن خطاطی و خوشنویسی میں ماہر تھے۔ اسی کے ساتھ ان میں انتظامی صلاحیت غیر معمولی تھی۔ مطبع نولکشور میں ان کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ خط نسخ و نستعلیق میں مہارت رکھتے تھے۔ عرصے تک مسودات کی کتابت کرتے تھے۔ اس کے بعد ان کی انتظامی صلاحیت کے پیشِ نظر منشی نولکشور نے ۱۸۸۹ء میں ان کو دارالکتابت کا نگران مقرر کر دیا۔ اس سال اور ۱۸۹۰ء کے رجسٹر احکامات میں ان کا نام کئی جگہ ملتا ہے۔ منشی نولکشور کے بعض احکامات و ہدایات بھی ان کے نام ملتے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بعد میں ان کو بعض دوسرے کاموں کا ذمہ دار بھی بنایا گیا تھا۔ ان کے تفصیلی حالات کوشش کے باوجود حاصل نہ ہو سکے۔

## منشی چھیدی لال

بڑے ماہر خطاط اور خوشنویس تھے۔ خط نستعلیق لکھنے میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ مصوّری میں بھی ملکہ تھا۔ تصاویر اور نقش و نگار خوشنما اور دیدہ زیب بناتے تھے۔ ان کا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تعلق لکھنؤ کے ایک ذی علم کائستھ خاندان سے تھا۔ اپنے علم و فن کے باعث علمی حلقوں
متعارف تھے۔ مشہور صحافی اور ادیب منشی نوبت رائے نظر کے استاد تھے۔ مطبع نولکشور
خاص تعلق تھا۔ کتابت بھی کرتے تھے اور کتابوں کے سرِ ورق کے نمونے بھی بناتے
اردو کے علاوہ ہندی کتابوں کی کتابت بھی کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے خاندان کے بچوں
تعلیم دلانے پر بہت توجہ صرف کی۔ خطاطی و خوشنویسی اور مصوری اپنے شاگردوں کو پوری
سے سکھائی۔ ان کے کئی شاگرد مطبع نولکشور میں خوشنویسی اور کتابت پر مقرر ہوئے۔
چھیدی لال نے بمقام لکھنو ۱۹۲۳ء میں وفات پائی۔

## منشی چمن لال

منشی شمس الدین اعجاز رقم کے شاگرد اور بڑے ماہر خطاط و خوشنویس تھے۔ لکھنؤ کے
ذی علم کائستھ خاندان سے تعلق تھا۔ اردو فارسی کے علاوہ حسبِ ضرورت ہندی میں بھی کتا
کرتے تھے۔ نستعلیق لکھنے میں ماہر تھے، استاد کی پیروی کی کوشش میں لگے رہتے۔ اور
سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ انہوں نے اعجاز رقم کے حسنِ تحریر پر قطعے بھی لکھے ہیں۔
نولکشور سے وابستہ تھے اور بہت عرصے تک کتابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ مطبع کے ر
احکامات و ہدایات باہت ۹۰۔۱۹۸۹ء میں کئی مقامات پر، فہرست کتب لکھنے کے سلسلے میں
کا نام نظر آیا۔ ان کا مختصر حال منشی شمس الدین کے حالات معلوم کرنے کے دوران انکے بعض
شاگردوں سے معلوم ہوا۔

## مرزا محمد جواد

لکھنؤ کے مشہور و معروف خوشنویس، خط نسخ میں ان کی مہارت کی شہرت ہندوستان
علاوہ عراق و ایران تک پہنچ گئی تھی۔ انہوں نے نستعلیق کی طرف کم توجہ کی حالانکہ وہ ا
نستعلیق نگار تھے۔

مرزا جواد ۹۴۔۱۸۹۳ء درمیان لکھنؤ میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم و تربیت حاصل ک

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

خوشنویسی کی تحصیل کے لئے اس دور کے ماہر فن استاد منشی شمس الدین کی شاگردی اختیار کی۔ کتابت کو ذریعہ معاش بنایا، لیکن کچھ عرصے بعد نظامی پریس کے نام سے محلّہ پاٹا نالہ میں اپنا مطبع قائم کیا۔ جو بعد میں خطِ نسخ میں لکھی ہوئی کتابوں کی طباعت کے لئے بہت مشہور ہوا۔ وہ اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں اپنے مطبع میں طبع کراتے تھے۔ انہوں نے قرآن کی کتابت بھی کی اور اپنے مطبع نظامی میں طبع کرایا جو بہت مقبول ہوا۔ اس کے علاوہ کئی مذہبی اور علمی ادبی کتابیں لکھیں۔ حضرت علیؑ سے منسوب مشہور کتاب نہج البلاغہ، لکھ کر طبع کرائی۔ مطبع کے آخری دور میں، نقد الشعر (عربی) مع اردو ترجمہ لکھی۔ مولانا سید علی نقی کی بعض تصانیف کی کتابت کی جن میں ''المتحف العربی'' خط نسخ کا خوبصورت نمونی ہے۔ ان کے شاگردوں میں بعض بہت اچھے ماہر خوشنویس و خطاط مشہور ہوئے ہیں۔ ان میں منشی محمد نواب بھی تھے جو خط نسخ و نستعلیق میں ممتاز تھے اور انہوں نے آخر دم تک مطبع نولکشور میں کام کیا۔ کئی شاگرد بقید حیات ہیں جن میں سید نجم الحسن خط نسخ و نستعلیق کے علاوہ ثلث میں بھی مہارت رکھتے ہیں۔ مرزا محمد جواد نے نجف اشرف میں ۱۹۵۷ء کو وفات پائی جہاں زیارت کے لئے گئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔

## حامد علی مرصع رقم

بلند پایہ خطاط، ماہر خوشنویس۔ نسخ لکھنے میں امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ منشی شمس الدین اعجاز رقم کے ارشد تلامذہ میں شامل ہیں۔ وہ ماہر فن کاپی نویس تھے۔ منشی نولکشور ان کا بہت احترام کرتے۔ عربی فارسی کی تعلیم حاصل کر چکے تو خوشنویسی پر توجہ کی، اعجاز رقم کی شاگردی میں عرصے تک نسخ و نستعلیق دونوں کی مشق جاری رکھی۔ اس کے بعد مطبع نولکشور سے وابستہ ہو گئے جہاں ان کے استاد بھی کتابت کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ اس سے قبل مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو میں پندرہ روپیہ ماہوار پر ملازم ہو گئے تھے اور طلباء کو خوشنویسی سکھاتے تھے۔ خود ان کے استاد بھی مدرسہ میں جز وقتی استاد کی حیثیت سے خوشنویسی کی تعلیم دیتے تھے۔ جب مطبع نولکشور میں کام شروع کیا تب بھی مدرسہ کے لئے کچھ وقت دیتے رہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

حامد علی لکھنو میں پیدا ہوئے، ان کا تعلق ایک مشہور بزرگ حضرت علی شاہ کے خاند
سے تھا، جن کا مزار محلّہ رسی بٹاں لکھنو میں مرجع عام و خاص ہے۔ ان کے حالات زندگی تفص
سے معلوم نہ ہو سکے۔ مطبع نولکشور کے قدیم کاغذات کے مطالعے سے ان کے فنی کارناموں
روشنی پڑتی ہے۔ انہوں نے عربی اور فارسی کے متعدد مسودات کی کتابت کی نستعلیق بھی بہ
اچھا لکھتے تھے۔ لیکن ان کا قابل قدر کارنامہ قرآن مجید کی کتابت ہے۔ انہوں نے م
نولکشور کے لئے مختف تقیطع کے کئی قرآن مجید لکھے جو بہت مقبول ہوئے، اور مدتوں طبع ہو
رہے۔ انہیں کی نقل دوسرے مطابع نے کی۔ نولکشور پریس کی فہرست کلان سے قرآن شری
کے حسب ذیل مطبوعہ نسخوں کی تفصیل معلوم ہوئی۔

۱۔ قرآن شریف نقلِ نظامی۔ ۲۔ قرآن مجید واضح قلم

۳۔ قرآن مجید مثل نظامی مترجم ۴۔ حمائل شریف متوسط قلم

ان کے لکھے ہوئے قرآن مجید پتھروں پر چسپاں رکھے جاتے تھے تا کہ انہیں پر آئند
ہوتے رہیں۔ خط نستعلیق میں بھی حامد علی نے کئی کتابیں لکھی ہیں جس میں الف لیلہ ولیلہ
چار حصے بھی شامل ہیں۔ ان کی تاریخ و سن وفات معلوم نہ ہو سکا۔

## (میر) حشمت علی

ماہر خوشنویس اور یگانۂ روزگار معکوس نگار تھے۔ پتھر پر الٹا لکھنے میں مہارت حاصل تھ
جب کسی کتابت کی کوئی کتاب کی کاپی پتھر پر چسپاں کی جاتی تھی تو اتفاق سے اگر کوئی حرف
لفظ خراب ہو جاتا یا نمایاں نہ ہوتا تو اس کو الٹا لکھ دیتے تھے اور اس خوبی سے کہ خط سے خط
جاتا تھا۔ اس کے علاوہ پورے صفحات پتھر پر لکھتے تھے۔ مصلح سنگ کی حیثیت سے مطبع نولک
میں ان کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ اس فن کو جاننے والوں کی تعداد بتہ کم تھی۔۔۔۔ حشم
علی نے دوسرے متعدد خوشنویسوں کو اس کی عملی مشق کرائی، ان کی محنت اور توجہ کی بدول
اصلاح سنگ کے اس فن نے ترقی کی، اور مطبع نولکشور میں حسب ضرورت اس کے ماہر
میں اضفاہ ہوتا رہا۔ میر صاحب کے متعلق منشی نولکشور نے لکھا ہے کہ:

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

> ”میر حشمت علی مصلح سنگ نے ابتداء سے اس دم تک جو جو مشکل کام پیش آئے مستقلانہ کوشش سے اس خوبی کے ساتھ انجام دیئے اکثر کاغذات و کتب مطبوعہ مطبع کا کوئی دعویٰ مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یہ شخص بھی رکنِ عظیم مطبع کے ہیں۔

میر حشمت علی طویل عرصہ تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ منشی نولکشور کی مذکورہ بالا تحریر پڑھ کر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ میر صاحب نے ۱۸۵۷ء کے انقلاب سے قبل لکھنؤ کے شاہی مطبع یا دیگر مطابع میں اصلاح سنگ کا کام کیا ہوگا۔ جب ہی ان کو اس فن میں مہارت حاصل ہوئی ہوگی۔ اور ۱۸۵۸ء میں مطبع کے قیام کے بعد، منشی نولکشور نے ان کی خدمات حاصل کرلی ہوں گی۔ میر حشمت علی کے دو بیٹے تھے، دونوں بہت اچھے خوشنویس تھے، ایک امیر علی دوسرے وزیر علی۔ ان کے حالات زندگی اس سے زیادہ معلوم نہیں ہوسکے۔ اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ وہ زندگی کے آخری دور تک مطبع نولکشور سے وابستہ رہے۔ ترقی کر کے شعبۂ ”اصلاح سنگی“ کے افسر ہوگئے اور کچھ عرصہ بعد کارخانہ لیتھوگرافی کے ایک سکشن کے منیجر مقرر ہوئے۔ جیسا کہ منشی نولکشور کی مندرجہ ذیل تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔

> میر حشمت علی مصلح سنگ نے ابتداء سے اس دم تک جو جو مشکل کام پیش آئے مستقلانہ کوشش سے اس خوبی کے ساتھ انجام دیئے اکثر کاغذات و کتب مطبوعہ کا کوئی دعویٰ مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یہ شخص بھی رکنِ عظیم مطبع کے ہیں۔

میر حشمت علی طویل عرسہ تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ منشی نولکشور کی مذکورہ بالا تحریر پڑھ کر قیاس کیا جاسکتا ہے کہ میر صاحب نے ۱۸۵۷ء کے انقلاب سے قبل لکھنؤ کے شاہی مطبع یا دیگر مطابع میں اصلاح سنگ کا کام کیا ہوگا۔ جب ہی ان کو اس فن میں مہارت حاصل ہوئی ہوگی۔ اور ۱۸۵۸ء میں مطبع کے قیام کے بعد، منشی نولکشور نے ان کی خدمت حاصل کرلی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہوں گی۔ میر حشمت علی کے دو بیٹے تھے، دونوں بہت اچھے خوشنویس تھے، ایک میر
دوسرے وزیر علی۔ ان کے حالات زندگی اس سے زیادہ معلوم نہیں ہو سکے۔ اتنا اندازہ ضر
ہوتا ہے کہ وہ زندگی کے آخری دور تک مطبع نولکشور سے وابستہ رہے۔ ترقی کر کے شعب
اصلاح سنگی'' کے افسر ہو گئے اور کچھ عرصہ بعد کارخانہ لیتھو گرافی کے ایک سکشن کے منیجر مقر
ہوئے۔ جیسا کہ منشی نولکشور کی مندرجہ ذیل تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔

میر حشمت علی۔ پرنٹر۔ مصلح سنگ کے سرشتہ کے افسر تھے۔
لیکن ترقی خاص حاسل کر کے مزید برآں کارخانہ لیتھو
گرافک کے حلقہ دوم کے افسر اور مہتمم ہیں اور سرشتۂ
اصلاحِ سنگ کے بھی افسر ہیں۔ پتھر کی اصلاح میں اپنا نظیر
نہیں رکھتے۔ انتظام بھی طبیعت میں معقول ہے۔

مئی ۱۸۷۰ء میں مطبع نولکشور سے پدماوت بھاکا نجط نستعلیق طبع ہوئی تھی۔ اس میر
استاد ناسخ کے شاگرد مولوی محسن علی ساقی کی منظوم تقریظ شامل ہے۔ جس میں مطبع اور کارکنا
مطبع کی تعریف بھی کی ہے۔ میر حشمت علی کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

وہ استاد ہیں میر حشمت علی — کہ پتھر پہ لکھیں خفی اور جلی
کہوں کیا جو پتھر بناتے ہیں وہ — تو قدرت خدا کی دکھاتے ہیں وہ
چھپے صاف سیدھا، جو الٹا لکھیں — نہ کہیے کرامت تو پھر کیا کہیں

## زائر حرم، حمید لکھنوی

مشہور نعت گو شاعر، حمید لکھنوی، بہت ماہر خطاط و خوشنویس تھے۔ انہوں نے اپنے
فطری ذوق کے باعث بچپن سے خطاطی و خوشنویسی کی مشق شروع کی اور بہت تیزی سے ترقی
کی طرف گامزن ہوئے۔ انہوں نے منشی عبدالرحیم کی شاگردی اختیار کی۔ جب مہارت

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

حاصل ہوئی تو کتابت کو پیشہ بنایا۔ قدرت نے شعروشاعری کا ذوق ان کی فرت میں ودیعت کیا تھا۔ شعر خوب کہتے تھے۔ انہوں نے پہلے کتابت کو پیشے کے طور پر اختیار کیا۔ خط نستعلیق میں ان کی مہارت مسلم تھی۔ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریروں سے ان کے کمالِ فن کا اندازہ ہوتا ہے۔ حمید نے نعت گوئی میں ایک نیا انداز ہ اختیار کیا۔ ان کے نعتیہ اشعار اور نظمیں سننے والوں کے دلوں پر بہت اثر انداز ہوتی ہیں۔ اپنا کلام وہ بڑے والہانہ انداز میں پڑھتے تھے۔ لکھنو کے مشہور تاجر عطر، اصغر علی محمد علی کے کارخانے کے متولی حاجی اصطفیٰ خان، حمید کے نعتیہ کلم سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ ان کو اپنے ساتھ حج بیت اللہ اور زیارت روضۂ اطہر کے لئے لے گئے۔ اس کے بعد حمید نے کتابت سے کنارہ کشی اختیار کی اور حاجی اصطفیٰ خان کی مصاجت اختیار کی۔ کئی سال مسلسل ان کے ساتھ حج و زیارت کے لئے جاتے رہے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد حاجی صاحب موصوف پاکستان چلے گئے۔ حمید لکھنوی نے اپنے ملک کی سکونت ترک نہیں کی۔ انہوں نے آزادی کے بعد لکھنو میں وفات پائی۔ ان کا نعتیہ کلام ''گلبانگ حرم'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ انہوں نے شوکت تھانوی کے مزاحیہ مضامین کے کئی مجموعوں کے کتابت کی ہے۔ ان کے علاوہ متعدد اردو کتابوں کی کتابت کر کے اپنے کمالِ فن کی داد دی ہے۔ حمید لکھنوی مدرسہ فرقانیہ میں عرصہ تک خوشنویسی کے استاد رہے۔

## خیراتی لال شگفتہ

شگفتہ، نہایت اچھے خطاط اور خوشنویس تھے۔ شعروشاعری کا ذوق فطری تھا۔ ان کا تعلق لکھنؤ کے ایک ذی علم کائستھ خاندان سے تھا جو محلّہ نوبستہ میں آباد تھا۔ جہاں گوبند پرشاد فضا نوبت رائے نظر اور دوارکا پرشاد افق جیسے ممتاز ادیب، صحافی اور شاعر رہتے تھے۔ شگفتہ نے شاعری میں نسیم دہلوی کی شاگردی اختیار کی، خوشنویسی و خطاطی امیر اللہ تسلیم سے حاصل کی۔ اودھ اخبار اور مطبع نولکشور میں کتابت کرتے تھے۔ خط نستعلیق بہت اچھا لکھتے تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے، منشی چاند بلی تکلم اور منشی سورج بلی تبسم۔ دونوں نہایت اچھے خطاط و خوشنویس تھے اور

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

مطبع نولکشور کے کاتبوں میں شامل تھے۔اس خاندان کے بیشتر فنکار، بالواسطہ یا بلاواسطہ مطبع نولکشور سے وابستہ رہے۔

## منشی خلیل احمد

لکھنؤ کے بہت ماہر فن خطاط، خوشنویس اور کاپی نگار تھے۔اودھ اخبار کی کتابت کرتے تھے۔ مطبع نولکشور اور اودھ اخبار میں کتابت کرنے والے کاتبوں میں نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ منشی نولکشور ان کے کام سے بہت مطمئن اور خوش رہے۔ مطبع کے قدیم کاغذات سے اتنا ہی معلوم ہوسکا۔۱۸۹۴ء میں مطبع نولکشور کے اندران کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔انہوں نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں۔

## منشی دیبی پرشاد سحرؔ

۱۴ر دسمبر ۱۸۴۰ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ان کا وطن قصبہ بالا مؤ ضلع ہردوئی ہے۔ انکے والد منشی چنی لال کائستھ خاندان کے ذی علم شخص تھے، جن کا تعلق ایک معزز خاندان سے تھا۔سحرؔ نے بدایوں میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔اردو فارسی پڑھی، یہی زبانیں ان کا ابتدائی ذریعہ تعلیم رہیں۔ انگریزی کی تعلیم بدایوں اور ہردوئی میں حاصل کی۔خوشنویسی کا شوق بچپن سے تھا، خطاطی کی مشق اپنے ذوق کے مطابق کرتے رہے۔ بعد میں بعض اساتذہ فن سے خوشنویسی کے اصول وضوابط کی تحصیل کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد محکمہ تعلیم میں ملازمت کرلی۔اور بحیثیت استاد مختلف مقامات کے اسکولوں میں پڑھاتے رہے۔اپنے طلباء کو بھی خوشنویسی کی طرف توجہ دلاتے رہے۔رفتہ رفتہ ترقی کرکے سررشتہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس مقرر ہوئے۔ شعروشاعری کا ذوق بھی تھا۔سحرؔ تخلص رکھا۔نصابی کتابوں کے سلسلہ میں مطبع نولکشور سے رابطہ قائم ہوا۔ ملازمت سے سبکدوش کے بعد مطبع نولکشور سے وابستہ ہوگئے۔انہوں نے کتابت بھی کی اور مبتدیوں کو فن خوشنویسی کی تعلیم دی۔ یہ انکا محبوب مشغلہ تھا۔انہوں نے اس فن کو سیکھنے والوں کے لئے دو کتابیں تصنیف کرکے بہت شہرت حاصل

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کی۔ ایک کا نام "نظم پر دین" اور دوسری "ارژنگ چین" ہے۔ یہ فن خطاطی و خوشنویسی کی بہترین مستند کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ انہوں نے طلباء کے لئے محکمہ تعلیم کی ہدیت پر نصابی کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔ انہوں نے طلباء کے لئے محکمہ تعلیم کی ہدایت پر نصابی کتابیں بھی مرتب کی ہیں۔ مطبع نولکشور کی نصابی کتب کے شعبہ میں نگراں بھی تھے۔ انہوں نے مختلف مضامین کی نصابی کتابیں مرتب کی ہیں۔ جن میں خلاصۃ المنطق، معیار الاملاء، محیط المساحت۔ مراۃ العالم اور متعدد دوسری کتابیں شامل ہیں۔ یہ سب مطبع نولکشور سے شائع ہوئیں۔

نظم پر دین، پہلی بار ۱۸۶۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کی کتابت سنگِ چسپیدہ محفوظ رہی اس پر متعدد بار طبع ہوئی۔ جب پتھر پر کتابت کمزور پڑ گئی تو منشی پراگ نرائن کے عہد میں، منشی شمس الدین اعجاز رقم نے اس کی کتابت دوبارہ کی۔ مصنف نے منشی نولکشور کی ہدایت پر ۱۸۷۱ء میں نظر ثانی کی تھی۔ اس کی کتابت بھی سنگ چسپیدہ رہی جب وہ کمزور پڑ گئی تو منشی پراگ نرائن نے ۱۹۰۱ء میں منشی شمس الدین سے اس کی کتابت دوبارہ کرائی اور اس کو پہلے سے بہتر صورت میں شائع کیا۔ اس پر مولانا عبدالعلی آسی نے طویل قطعۂ تاریخ لکھا جس کا پہلا شعر ہے۔

ہے حرفِ اولین پر تفصیل حرف چانی نقش دوم کا نقشہ ہے رشک نقشِ مانی

شمس الدین کی لکھی ہوئی کتاب پتھر چسپیدہ متعدد ایڈیشن نکلنے کے بعد کمزور ہو گئی تو ان کے شاگرد رشید منشی نواب نے ۱۹۵۱ء میں اس کی نئی کتابت کی اور استاد کے خط سے خط ملانے کی کامیاب کوشش کی۔ موجودہ ایڈیشن منشی محمد نواب کا تحریر کیا ہوا ہے۔

## سید ریاض الحسن

زمانہ حال کے مشہور اور ماہرِ فن خوشنویس تھے۔ نسخ و نستعلیق دونوں خطوں میں مہارت حاصل تھی، لیکن خط نستعلیق پر زیادہ توجہ رہی۔ مرزا محمد جواد کے شاگرد تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی نجم الحسن بہت اچھا لکھتے ہیں، ان کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔ لکھنو کے ممتاز کاتبوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کا تعلق بھی نظامی پریس سے رہا۔ انہوں نے خط نستعلیق

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ کتابت کے رموز و نکات پر گہری نظر تھی۔ خط جلی بہت اچھا لکھتے
تھے۔ انہوں نے پروفیسر مسعود حسن رضوی کی بعض تصانیف کی کتابت کی ہے جن میں رزم
نامۂ انیس اور ہماری شاعری، بھی شامل ہیں۔ ریاض الحسن ۱۹۵۵ء کو ۶۵ سال کی عمر میں
وفات پائی۔

## منشی سرجو پرشاد

مطبع نولکشور میں کاپی نویسی پر مامور تھے۔ لکھنؤ کے اچھے خوشنویسوں میں تھے۔ ان کا
تعلق محلّہ نوبستہ کے ایک کائستھ خاندان سے ہے، اس محلے میں اودھ کے شاہی دور سے بیشتر
آبادی کائستھوں کی تھی، جو علم وادب کے دلدادہ تھے، ان میں شعروشاعری، خوشنویسی، اور
دیگر علوم وفنون کی تحصیل کا ذوق وشوق عام تھا۔ اسی لئے خوشنویسوں کی بڑی تعداد اس محلے
میں موجود تھی۔ سرجو پرشاد بھی اسی سلسلہ میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ اودھ اخبار کی کتابت بھی
کرتے تھے اور مطبع کی کتابوں کی فہرستیں لکھنے والے کاتبوں میں بھی شامل تھے۔ ۱۸۸۹ء کے
ایک رجسٹر احکامات میں کئی جگہ ان کا نام فہرست نویس کاتب کی حیثیت سے ملتا ہے۔

## شرف علی شرف

مطبع نولکشور سے وابستہ خوشنویسوں میں اپنی فنی مہارت کے باعث بہت نمایاں
حیثیت کے حامل تھے۔ خط نسخ اور نستعلیق دونوں میں ماہر تھے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے
پہلے لکھنؤ کے مختلف مطابع میں کتابت کرتے رہے۔ ان کا شمار لکھنؤ کے باکمال خطاطوں میں
کیا جاتا ہے۔ شرف منشی امیر اللہ تسلیم کے ہم عصر تھے لیکن یہ نہیں معلوم ہو سکا کس کے شاگرد
تھے۔ انہوں نے اودھ اخبار کی کتابت اس کے ابتدائی دور میں کی۔ چھوٹی کتابیں بھی
لکھیں۔ وہ ایک تجربہ کار استاد فن تھے۔ اسی لئے منشی نولکشور نے ان کو اپنے مطبع میں کام
کرنے کے لئے آمادہ کرلیا تھا۔ ان کے بہت سے شاگرد بھی ہیں۔ شرف نے آخر عمر تک مطبع
نولکشور سے اپنی وابستگی قائم رکھی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## منشی شیو پرشاد وہبی

مطبع نولکشور کے مشہور خطاط اور باکمال خوشنویس تھے، خط نستعلیق میں خاص مہارت حاصل تھی۔ انہوں نے فارسی اور اردو کی بہت سی کتابوں کی کتابت کی۔ ان کی لکھی کتاب کلیات "شمس تبریز" خط نستعلیق کا دلکش نمونہ ہے۔ ایک ہزار چھیالیس صفحات کی اس کتاب کی نصف کتابت انہوں نے کی ہے اور باقی نصف حصہ منشی آلِ حسن نے لکھا۔ اور یہ عجب اتفاق ہے کہ دونوں کے خط میں اس قدر یکسانیت ہے کہ مطلق کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ منشی نولکشور نے کتابت کے لئے ان کو مطبع میں تقرر کیا تھا، لیکن وہ انتظامی معاملات میں بہت باصلاحیت اور اچھے تعلیم یافتہ تھے اس لئے ان کو کچھ عرصے بعد مطبع کا منیجر بنا دیا گیا۔ اس ذمہ دار عہدہ پر رہ کر انہوں نے بہت نمایاں خدمات انجام دیں۔ وہ مطبع نولکشور کے ابتدائی دور میں اس سے وابستہ ہو گئے تھے۔ نہایت محنتی اور نیک نفس تھے۔ منشی نولکشور نے مطبع کی روداد بابت ۱۸۶۲ء میں ان کے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا وہ درج ذیل ہیں۔

> منشی شیو پرشاد منیجر مطبع، یہ شخص خاندانی باتوقیر ہے۔ لیاقت اور سنجیدہ شعاری میں بے نظیر ہے۔ اس سے پہلے محرری اودھ اخبار پر مقرر تھے لیکن اپنی جبلی لیاقت اور کارگزاری سے مطبع کی خدمت سترگ پر ترقی کی۔ امید ہے کہ آئندہ اپنی نیک روش اور حسن کاروانی سے خاطر خواہ مطبع کے کام میں مدد دیں گے۔

منشی نولکشور کی مذکورہ تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیو پرشاد کا تعلق کسی معزز خاندان سے تھا اور وہ اپنی فطری ذہانت اور علمی لیاقت کے باعث ترقی کر کے خوشنویس اور کاتب کے عہدہ سے ترقی کر کے منیجر کے معزز منصب پر فائز ہوئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اودھ اخبار کے دفتر میں بھی کام کرتے رہے۔ شیو پرشاد کو شعر و شاعری کا ذوق بھی تھا۔ وہبی تخلص تھا جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ کتابت کو انہوں نے پیشے کی حیثیت سے اختیار کیا تھا۔ ان کو اپنے اس فن سے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

گہرا لگاؤ تھا۔ منشی نولکشور نے ۱۸۷۲ء میں اپنے مطبع کی جو سالانہ روداد قلمبند کی تھی اس میں ان کی بعض صفات کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

> منشی شیو پرشاد صاحب منیجر مطبع اپنی قدامت اور ہر سال کی رپورٹ سے جو خود ان کی نسبت جیسا کہ کارخانے کا اعتماد ہے۔ ظاہر ہے منیجر صاحب شاعر اور خوشنویسی میں بھی کامل ہیں۔

منشی نولکشور کی مذکورہ تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ مطبع نولکشور کے کارکنوں میں ان کی کس طرح قدر و منزلت تھی۔ شیو پرشاد نے خوشنویسی میں کس کی شاگردی اختیار کی اس کے متعلق قطعی بات نہ معلوم ہو سکی۔ لیکن بعض حالات سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے مولوی ہادی علی یا امیر اللہ تسلیم میں سے کسی ایک کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے ہوں گے۔ شیو پرشاد آخر عمر تک مطبع نولکشور سے وابستہ رہے۔ مطبع نولکشور کے پرانے ریکارڈوں سے معلوم ہوتا ہے وہ ۱۸۸۲ء تک بقید حیات تھے۔ ان کی وفات لکھنؤ میں ہوئی۔ سن وفات کا علم نہ ہو سکا۔

## منشی شمس الدین، اعجاز رقم

ماہر خطاط، ممتاز خوشنویس اور بلند پایہ نستعلیق نگار کی حیثیت سے، منشی شمس الدین کو ہمہ گیر شہرت حاصل ہے۔ وہ لکھنؤ کے محلّہ باغ قاضی میں پیدا ہوئے۔ وہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اس زمانے کے عام رواج کے مطابق، اردو کے علاوہ فارسی اور عربی میں اچھی استعداد پیدا کی۔ طالب علمی کے زمانے سے خوشنویسی کا شوق ہوا اور اس پر خاص توجہ کی۔ اس زمانے میں مطبع نولکشور میں اس فن کے ماہر اساتذہ موجود تھے جن میں مولوی ہادی علی جیسے یگانہ روزگار فنکار کی شہرت عام تھی۔ منشی شمس الدین نے ان سے شرفِ تلمذ۔ اصل کیا، اور ان کی نگرانی میں مشق و مزاولت سے بہت جلد ایک امتیازی حیثیت حاصل کر لی۔ منشی شمس الدین نے خطِ نستعلیق کو اپنی ذہانت اور مسلسل مشق سے ایک نیا رنگ و روپ دیا، جس کو علمی د

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ادبی دنیا میں بہت پسند کیا گیا۔ ان کے طرزِ خط کو ایران، افغانستان وغیرہ میں بہت پسند کیا گیا۔

منشی نولکشور بڑے مردم شناس انسان تھے۔ انہوں نے منشی شمس الدین کی فنکارانہ مہارت کے پیش نظر ان کو اپنے مطبع میں کام کرنے کے لئے راضی کر لیا اور پچاس روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر کی جو اس زمانے میں گرانقدر سمجھی جاتی تھی۔ ان کے لئے مطبع کے مقررہ اوقات کی پابندی لازمی نہ تھی۔ وہ اکثر اپنی قیام گاہ پر مطبع کا کام کرتے تھے۔ صبح کے چند گھنٹے وہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں جز وقتی استاد کی حیثیت سے طلباء کو خوشنویسی سکھاتے تھے۔ مدرسہ فرقانیہ کے بانی حضرت مولانا عین القضاۃؒ منشی شمس الدین کو بہت پسند کرتے تھے اور ان کے ساتھ نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ منشی شمس الدین کو بھی ان سے بہت عقیدت تھی۔ ایک بار لاہور کے کسی مشہور خوشنویس کی بظاہر بہت خوبصورت تحریر میں منشی شمس الدین نے فنی نقائص کی واضح طور پر نشاندہی کی تو اس پر خوش ہو کر مولانا موصوف نے سو روپیہ بطور انعام عطا کیا اور اعجاز رقم کا خطاب دیا جواب انکے نام کا جز ہو گیا ہے بلکہ اصل نام سے زیادہ مشہور ہے۔

مطبع نولکشور میں انہوں نے بہت سی کتابوں کی کتابت کی، لیکن ان کی لکھی ہوئی کتابوں میں، دیوانِ حافظ، گلستاں جلی قلم، گلستاں باتصویر مطبوعہ ۱۳۰۱ء ہجری قابل ذکر ہیں۔ اس گلستان کی صحت مولوی ہادی علی نے کی تھی اور اس پر مولانا عبدالعلی آسی مدراسی نے تقریظ لکھی تھی۔ منشی شمس الدین کی کتابت کی ہوئی گلستان اور بوستان کے چسپیدہ پتھر طباعت کے بعد محفوظ رکھے گئے اور ان پر کئی ایڈیشن طبع ہوئے۔ اسی طرح دیوان حافظ کے چسپیدہ پتھر مدتوں محفوظ رہے۔ مطبع کے پرانے ریکارڈ کی چھان بین سے اندازہ ہوا کہ گلستان کے جتنے ایڈیشن شائع ہوئے اتنے کسی اور فارسی کتاب کے نہیں ہوئے۔ مجموعی طور پر مطبوعہ نسخوں کی تعداد تین لاکھ سے زیادہ ہے۔ مطبع کے ابتدائی اور درمیانی دور کی فارسی مطبوعات، خصوصاً گلستان و بوستان زیادہ تعداد میں، چینی ترکستان، ایران اور افغانستان کے تاجران کتب خود

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

آ کر لے گئے یا دیگر ذرائع سے منگوائیں۔

منشی نولکشور نے اپنی زندگی میں اعجاز رقم کی فنکارانہ صلاحیتوں کی پوری قدر کی اور
طرح آن کی حوصلہ افزائی کرتے رہے، مطبع کو بھی ان کی خدمات سے بہت فائدہ ہوا۔ منشی
نولکشور کے بعد ان کے جانشین منشی پراگ نرائن نے بھی ان کے نقش قدم پر چلے۔ آخر عمر میں
منشی شمس الدین نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ ضعیفی کے باعث لکھنے سے مجبور ہو گئے تھے
انہوں نے طویل عمر پائی ۱۹۲۱ء میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر نوّے سال تھی۔ جس
سے اندازہ وہتا ہے کہ ان کی ولادت ۱۸۵۸ء کے لگ بھگ ہوئی ہوگی۔

اعجاز رقم نے بہت سادہ زندگی بسر کی، نہایت منکر المزاج تھے، ہمیشہ چٹائی پر بیٹھ کر لکھتے
تھے اور اسی پر سونا پسند کرتے تھے۔ وہ ہر سال مولانا عین القضاۃ کے ساتھ حضرت مجدد الف
ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی عرس میں شرکت کے لئے سرہند جاتے تھے۔ مجدد صاحب کے مزار پر
ان کے لکھے ہوئے کتبات موجود ہیں۔ نواب صدیق حسن خان ان کے بڑے قدردان تھے
اور ان کی بہت عزت کرتے تھے، ممکن ہے انہوں نے نواب موصوف کے کسی مسودہ کتابت
بھی کی ہو، لیکن مستند طور پر اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

## تصانیف

منشی شمس الدین نے فن خوشنویسی پر کئی کتابیں لکھی ہیں، ان کی سب سے زیادہ مشہور
کتاب اعجاز رقم ہے جس میں انہوں نے اس فن کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے۔ اور خوشنویسی
کے اصول و ضوابط متعین کئے ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے مبادیات مفرد اور مرکب حروف اور جلوں
کے نمونوں کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ صنفِ نستعلیق نگاری کی اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں
ہے۔ اس کی طباعت و اشاعت کا سلسلہ برابر جاری ہے اس کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں
ہوئی۔ اس کتاب کے علاوہ انہوں نے، تنویر الشمس، تصنیف کی۔ ان کے لکھے ہوئے خوش نما
اور دیدہ زیب قطعات اور وصلیا مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ اور دار العلوم ندوۃ العلماء کے کتبخانوں
میں موجود ہیں۔ کچھ بعض اہل ذوق کی ذاتی ملکیت ہیں۔ ممکن ہے بعض دوسرے اداروں اور

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کتب خانوں میں بھی موجود ہوں۔اس کے علاوہ وہ ان کی حسب ذیل کتابیں یادگار ہیں۔ مرقع نگاریں۔گلدستہ زیاحیین۔کاپی بک خوشخطی ۵ حصے۔

## اولاد

منشی شمس الدین کے دو بیٹے تھے۔معین الدین اور قطب الدین۔دونوں نے خوشنویسی کی تعلیم حاصل کی تھی اور نہایت اچھے خوشنویس تھے۔عرصے تک دونوں مطبع نولکشور میں کتابت کرتے رہے۔لیکن مطبع سے وابستہ نہ تھے۔دوسرے مطابع میں بھی کام کرتے تھے۔ دونوں کے حالاتِ زندگی باوجود تلاش وجستجو کے دستیاب نہ ہوسکے۔

## تلامذہ

اعجاز رقم کے شاگردوں کی تعداد بہت ہے۔سب کے نام اور حالات معلوم کرنا ممکن نہیں، اگر ان کے کسی ہم عصر اہل قلم نے اس طرف توجہ کی ہوتی تو ہمیں سفید معلومات حاصل ہوتیں۔ان کے بعض شاگرد مہارت فن میں ان کے ہم پلّہ ہوگئے تھے۔ان میں منشی محمد افضل، منشی حامد علی مرصع رقم۔منشی محسن علی جونپوری۔منشی عبدالرحیم کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔منشی شمس الدین کے شاگردوں کی بدولت فن خوشنویسی لکھنؤ میں کبھی غیر معمولی زوال سے دوچار نہیں ہوا،اور ان کا فیض آج تک جاری وساری ہے۔

## منشی صفدر علی

عہدِ نولکشور میں اودھ اخبار اور مطبع کے فن شناس خوشنویس اور ماہر کاتب تھے۔وطن کا علم نہیں، لیکن ان کی زندگی لکھنؤ میں گزری۔ان کو خط نستعلیق میں مہارت حاصل تھی۔نسخ بھی خوب لکھتے تھے۔اودھ اخبار کے مضامین کی کتابت کرتے تھے۔مطبع کی چند کتابیں بھی لکھی ہیں۔ان کے متعلق مطبع نولکشور کے بعض رجسٹروں سے صرف اسی قدر معلوم ہوسکا کہ وہ مطبع سے وابستہ تھے۔لیکن یہ نہ معلوم ہوسکا کہ کس کے شاگرد تھے۔اور کہاں تعلیم وتربیت ہوئی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## عباس علی

مطبع نولکشور سے تعلق رکھنے والے ماہر نستعلیق نگار کاتب تھے۔ انہوں نے اودھ اخبار
میں بھی کام کیا اور کتابیں بھی لکھتے رہے۔ لیکن ان کا زیادہ وقت مطبع کی فہرست کتب لکھنے میں
صرف ہوتا تھا۔ کیوں کتابیں بکثرت چھپنے کے باعث فہرستوں میں بار بار ترمیم و تنسیخ کا
سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اور کئی قسم کی فہرستیں الگ الگ شائع ہوتی تھیں۔ اسی لئے متعدد کاتب
اس کام پر مامور تھے۔ ان میں عباس علی کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ رجسٹر احکامات مالک مطبع
بابت ۱۸۸۹ء میں منشی نولکشور کا ایک حکم درج ہے کہ فہرست کتب جدید جو کاتب لکھیں ان کا
نمونہ پیش ہو۔ اس حکم کی تعمیل میں منشی حسین احمد منصرم نے لکھا کہ عباس علی کو تجویز کیا گیا ہے۔
اگر حکم پر دستخط ہو جائیں تو یہ کام ان کو دے دیا جائے۔ وہ مطبع میں ملازم نہ تھے مگر اجرت پر
مستقل کام کرتے تھے۔ اور زندگی بھر اسی مطبع سے تعلق رکھا۔ باہر کے کام شاذ و نادر ہی کیے
ہونگے۔

## حافظ علی حسین

لکھنو کے ایک معزز اور ذی علم خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ خطاطی اور خوشنویسی میں
مہارت حاصل تھی۔ ان کا شمار عربی، فارسی اور اسلامی تعلیمات کے فاضلوں میں کیا جاتا
ہے۔ شعروشاعری کا پاکیزہ ذوق تھا۔ فارسی میں زیادہ شعر کہتے تھے، فوز تخلص رکھا۔ انہوں
نے طالب علمی کے زمانے سے خوشنویسی پر پوری توجہ کی، رفتہ رفتہ نسخ و نستعلیق دونوں میں
کمال حاصل کرلیا۔ ان کے والد ماجد بھی ایک عالم اور خطاط تھے اسی کے ساتھ حافظ قرآن بھی
تھے علی حسین نے بھی قرآن حفظ کرلیا تھا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد فکر معاش میں سرگرداں
ہوئے یہ تو نہیں معلوم ہو سکا کہ پہلے کس ادارے میں کام کیا، لیکن یہ بات وضاحت کے ساتھ
معلوم ہے کہ انہوں نے مطبع نولکشور کا رخ کیا اور منشی نولکشور نے ان کی فنکارانہ صلاحیتوں
سے متاثر ہو کر مطبع کے لئے ان کی خدمات مستقل طور پر حاصل کرلیں۔ اور ان کو اپنے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دارالکتابت میں کاپی نویسی کا کام دیا۔ علی حسین نے کتابت کو ذریعہ معاش بنایا۔ ابتداء ہی سے اس معزز پیشے کو قابل عزت واحترام سمجھا جاتا تھا۔ اسی لئے انہوں نے اس پیشے کو اختیار کرنے میں کوئی جھجھک محسوس نہیں کی۔ مطبع نولکشور میں انہوں نے بکثرت عربی فارسی اور بعض اردو کتابوں کی کتابت کی، ساتھ ہی تصحیح کتب کی خدمت بھی انجام دی۔ وہ مولوی ہادی علی اشکؔ اور منشی شمس الدین اعجاز رقم کے ہم عصر تھے۔ لیکن یہ تحقیق نہ ہوسکی کہ انہوں نے خوشنویسی میں کس کی شاگردی اختیار کی۔ مطبع نولکشور کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد وہ بھوپال چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی۔ وہیں وفات پائی۔

حافظ علی حسین کی اولاد میں ان کے فرزند مولانا محمد حسین محویؔ بہت نامور عالم، شاعر اور ادیب تھے جن کو علمی حلقوں میں شہرت حاصل ہے۔ وہ اردو نعت کی تدوین میں مولوی عبدالحق کے شریک کار رہے، اس کے بعد عثمانیہ کالج اورنگ آباد میں فارسی کے استاد کی حیثیت سے کام کیا۔ اس کے بعد مدراس یونیورسٹی میں طویل عرصے تک لیکچرار رہے، سبکدوش ہونے کے بعد مستقل قیام بھوپال میں رہا۔ مولانا محویؔ نے بھی کچھ عرصہ مطبع نولکشور میں بحیثیت مصنف و مترجم کام کیا، انہوں نے ۱۹ر نومبر ۱۹۷۵ء میں وفات پائی۔ ان کے حالات سے اندازہ ہوا کہ حافظ علی حسین کی وفات ۱۹۱۶ء اور ۱۹۱۸ء کے درمیان ہوئی۔

## منشی عبدالرحیم

لکھنؤ کے بہت اچھے خطاط اور خوشنویس تھے۔ ان کو شمس الدین اعجاز رقم سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ نسخ اور نستعلیق دونوں خط اچھے تھے۔ انہوں نے کچھ عرصہ مطبع نولکشور میں کتابت کا کام کیا، متعدد فارسی اور اردو کتابیں لکھیں۔ اس کے بعد نامی پریس سے وابستہ ہوگئے۔ ہ مشہور پریس خطاجہ قطب الدین نے قائم کیا تھا، جو پہلے مطبع نولکشور میں ملازم تھے اور دستی پریس چلانے پر مامور تھے۔ جب انہوں نے اپنا مطبع قائم کیا تو ان کو مطبع نولکشور دستی پریس
چلانے پر مامور تھے۔ جب انہوں نے اپنا مطبع قائم کیا تو ان کو مطبع نولکشور دستی پریس قسطوں پر دیا گیا۔ بعد میں خواجہ قطب الدین کی محنت اور حسنِ انتظام کے باعث اس پریس نے بہت

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ترقی کی، اردو، فارسی اور عربی کی سو کتابیں شائع کیں۔ ان کے یہاں کتابت کرنے وا
وہی کاتب زیادہ تھے جنہوں نے مطبع نولکشور کے دارالکتابت میں تربیت حاصل کی تھی۔ منشی
عبدالرحیم کو مہارت فن کے باعث نامی پریس میں بہت اہمیت حاصل تھی۔ ان کے چھو
بھائی منشی عبدالولی نے بھی ان ہی کی نگرانی میں خوشنویسی کی تربیت پائی۔ وہ بھی نہایت اچھ
خوشنویس اور کاتب تھے۔ منشی عبدالرحیم کے شاگردوں کی تعداد بہت ہے۔ ان میں سے چن
اب بھی اس فن شریف کی خدمت کرکے اپنی معاشی مشکلات کو بخوبی دور کر رہے ہیں۔ منشی
عبدالرحیم محلّہ کھالہ بازار وکٹوری اسٹریٹ پر رہتے تھے۔ ان کے شاگردوں میں، مشہور نعت گ
شاعر زائر حرم حمید صدیقی قبل ذکر ہیں۔ انہوں نے طویل عمر میں وفات پائی۔ تاریخ و س
وفات صحت کے ساتھ معلوم نہ ہو سکا۔

## مولوی حافظ عبدالصمد

اتر پردیش کے شہر ہردوئی کے ایک علمی خانوادے کے چشم و چراغ تھے۔ عربی اور فارسی
کے علاوہ اسلامی علوم کی تحصیل پر خاص توجہ کی۔ طالب علمی کے زمانے سے خوشنویسی و خطاطی
کا شوق تھا۔ خط نسخ کے بلند پایہ استاد تھے۔ ان کو نسخ سے غیر معمولی شغف تھا۔ اور اس کو بہتر
سے بہتر طریقہ پر لکھنے کی مشق کی تھی۔ انہوں نے تحصیل علم کے بعد کتابت قرآن مجید پر خاص
توجہ کی، بلکہ ساری عمر وہ قرآن مجید کی کتابت کرتے رہے۔ ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے
قرآن اور حمائل لکھنؤ کے علاوہ دہلی سے شائع ہوئے ہیں۔ مولوی عبدالصمد مطبع نولکشور سے
باقاعدہ وابستہ نہ تھے۔ لیکن زیادہ تر مطبع کے قرآن شریف محرّیٰ اور مترجم وہی لکھتے تھے۔ خط
نسخ میں مہارت کے باعث ان کی بہت قدر کی جاتی تھی۔ انہوں نے آخری عمر میں جو قرآن
مجید لکھا وہ ۳۴ جزو میں ہے اور بہت دیدہ زیب ہے۔ راقم الحروف نے ان کو دیکھا ہے اور
شرف ملاقات بھی حاصل کیا۔ نہایت نیک دل، سادہ مزاج تھے۔ مسوّدات کی کتابت وہ ہر
دوئی میں اپنے مکان کے اندر کرتے تھے اور کام مکمل کرکے خود مالک مطبع کے پاس پہنچا دیتے
تھے۔ وقت کے پابند اور با اصول انسان تھے۔ انہوں نے طویل علالت کے بعد اپنے وطن

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میں وفات پائی۔ ان کا سال وفات ۱۹۵۲ء اور ۱۹۵۸ء کے درمیان ہے، صحیح سال اتفاق سے نہیں مل سکا۔

## سید علی حسین

لکھنؤ کے ماہر فن خوشنویس تھے۔ ان کو کتابت اور معکوس نگاری میں مہارت حاصل تھی۔ اس کے علاوہ نہایت اچھے سنگ ساز بھی تھے۔ ان خوبیوں کے باعث ان کی بہت قدر کی جاتی تھی۔ خط نستعلیق میں مہارت حاصل کی، نسخ اور شکستہ میں بھی خوب مشق تھی۔ مطبع نولکشور میں ملازم تھے اسی زمانے میں مولانا عبدالحلیم شرر اودھ اخبار کے ایڈیٹر تھے۔ علی حسین کتابوں کے علاوہ اودھ اخبار کی کتابت بھی کرتے تھے۔ شرر کو ان کا طرز نگارش پسند تھ۔ ساتھ کام کرنے کے باعث دونوں میں روابط قائم ہوئے۔ اسی زمانے میں شرر نے ایک رسالہ جاری کیا تھا۔ جس پر نام ان کے ایک دوست کا لکھا جاتا تھا کیونکہ خود مطبع نولکشور میں ملازم تھے۔ اس رسالے کی کتابت علی حسین سے کراتے تھے۔ مطبع کی ملازمت سے علیحدہ ہونے کے بعد شرر نے اپنا مشہور رسالہ دلگداز نکالا۔ اس کی کتابت بھی علی حسین کرتے تھے۔ پتھر پر الٹا لکھنے میں ان کا کوئی مقابل نہ تھا پوری کتابت پتھر پر لکھتے تھے (پورا رسالہ دلگداز پتھر پر الٹا لکھتے تھے) علی حسین لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے خوشنویسی کی تعلیم منشی شمس الدین اعجاز رقم سے حاصل کی وہ اعجاز رقم کے ارشد تلامذہ میں شمار کیۓ جاتے ہیں۔

## غلام محمد خان

ماہر خطاط اور خوشنویس ہونے کے علاوہ معکوس نویسی میں کمال حاصل تھا۔ وہ پتھر میں نہایت تیز رفتار الٹا لکھ دیتے تھے۔ مطبع نولکشور سے وابستہ تھے۔ کچھ عرصہ کتابت کرتے رہے لیکن معکوس نویسی میں مہارت کے باعث ان کو سپرد اصلاح سنگ کی خدمت کی گئی۔ اس کے علاوہ اگر کسی مختصر کتاب یا دوسری کسی تحریر کو بہت جلدی طبع کرنا مقصود ہوتا تو ان سے پتھر پر لکھوایا جاتا تھا۔ ان کو اپنے فن میں اس درجہ مہارت تھی۔ اگر کسی چیز کی نقل کرنا ہوتا تو اس خوبی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سے کرتے تھے کہ نقل کو اصل بنا دیتے تھے۔ وہ اپنے فن کے استاد تھے۔ ان کی بدولت معکوس
نویسی کو ترقی ہوئی۔ اور انھوں نے اپنے شاگردوں کا ایک بڑا گروہ تیار کردیا۔ جس کی بدولت
دوسرے مطابع کو اچھے معکوس نویس مل گئے۔ غلام محمد کو مطبع نولکشور میں بڑی قدر کی نظر سے
دیکھا جاتا تھا۔ لکھنو کے رہنے والے تھے۔ منشی شمس الدین کے ہم عصر تھے۔ ان کے زیادہ
حالات معلوم نہ ہوسکے۔

## فیاض حسین

مطبع نولکشور کے خاص کاتب تھے۔ خط نسخ اور نستعلیق دونوں لکھتے تھے، لیکن نستعلیق
میں ان کی مہارت مسلم تھی۔ لکھنؤ میں سے ان کا خاندان زمانہ قدیم سے آباد تھا۔ خوشنویسی
خاندانی ورثہ تھا۔ ان کے بیٹے جعفر حسین نہایت اچھے خوشنویس تھے۔ وہ بھی مطبع نولکشور سے
وابستہ رہے۔ فیاض حسین نے اردو فارسی کی بہت سی کتابوں کی کتابت کی۔ نصابی کتابیں
لکھنے میں زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ خط نہایت پختہ اور شگفتہ تھا۔ انہوں نے نوے سال
کی عمر میں ۱۹۶۹ء کو وفات پائی۔ ان کے چھوٹے بیٹے ذاکر حسین کو بھی کتابت میں اچھی
استعداد حاصل ہوئی لیکن وہ مستقل طور پر اس فن کی خدمت نہ کرسکے۔ اب بھی بقید حیات
ہیں۔ فیاض حسین بھی منشی شمس الدین کے شاگرد تھے۔

## جعفر حسین

منشی فیاض حسین کے بیٹے تھے۔ نہایت اچھے خطاط و خوشنویس تھے۔ عرصہ تک مطبع
نولکشور سے وابستہ رہے۔ انہوں نے خوشنویسی کی تعلیم اپنے والد کی زیر نگرانی حاصل کی۔ یہ
فن ان کے خاندان میں رائج تھا۔ اسی کو ذریعہ معاش بنایا۔ مطبع نولکشور میں اسکولوں، کالجوں
کی نصابی کتابوں کی کتابت کرنے والے کاتبوں میں شامل تھے۔ خطِ نستعلیق میں اچھی
مہارت حاصل تھی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## منشی قاسم علی نقاش

ماہر خطاط وخوشنویس تھے۔اسی کے ساتھ وہ ایک باکمال مسور اور نقاش بھی تھے۔ خط نستعلیق میں ان کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ مطبع نولکشور سے وابستہ تھے۔ کتابت بہت کم کرتے تھے۔ان کو کتابوں کے خوشنما ٹائٹل بنانے پر مامور کیا گیا تھا۔ بہت خوبصورت نقش و نگار کتابت کی روشنائی سے مطر پر بناتے تھے۔حسب ضرورت پتھروں پر بھی ٹائٹل کا ڈیزائن بنا دیتے تھے جو خط معکوس میں ہوتا تھا۔اس کے علاوہ تصاویر بنانے میں ان کو خداداملکہ حاصل تھا۔اس زمانے میں تصویر سازی وفوٹو گرافی کی صنعت ابتدائی منزل میں تھی۔اور کیمرے سے فوٹو بنوانا بہت گراں ہوتا تھا۔اس لئے ہاتھ سے تصویریں بنانے کا رواج تھا۔مطبع نولکشور میں ابتداء ہی سے ایسے ماہر خوشنویس وابستہ ہوگئے تھے جو مصوری میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ان میں قاسم علی کو ایک نمایاں حیثیت حاصل تھی۔منشی شمس الدین اعجاز رقم کی لکھی ہوئی گلستان باتصویر کی سب تصویریں قاسم علی نے بڑی چابکدستی سے بنائی ہیں۔ یہ تصاویر اس زمانے میں تو معمولی اور مضحکہ خیز نظر آتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اس دور کی وضع قطع اور لباس وماحول کی پوری عکاسی کرتی ہیں۔قاسم علی لکھنو کے ماہر نقاش ومصور تھے۔مولانا عبالعلی آسی مدراسی نے گلستان کی تقریظ میں ان کے کمالِ فن کی تعریف کی ہے۔گلستان کے علاوہ متعدد دوسری کتابوں میں بھی ان کی بنائی ہوئی تصاویر موجود ہیں۔

## منشی کالکا پرشاد

لکھنو کے مشہور خطاط اور خوشنویس تھے۔خط نستعلیق میں بہت مہارت حاصل تھی۔فن کے قواعد وضوابط پر گہری نظری تھی، نہایت زود نویس تھے۔مطبع نولکشور کے ممتاز کاتبوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ان کا انداز تحریر بہت دلکش تھا۔انہوں نے طویل عرصے تک مطبع میں ملازمت کی اور پچاسوں کتابیں لکھی ہیں۔اردو، فارسی کے علاوہ دیوناگری رسم الخط میں بھی کتابت کرتے تھے۔خط بہت پختہ تھا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## منشی گوبند پرشاد فضا

لکھنؤ کے ماہر خطاط اور خوشنویس تھے۔ مطبع نولکشور سے وابستہ خوشنویسوں اور کاتبوں میں ان کو امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ ان کو شعروشاعری کا اچھا ذوق تھا۔ اچھے شاعر اور سخن فہم تھے، شاعیر میں زار لکھنوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ فضا تخلص رکھا۔ ان کو سب سے زیادہ دلچسپی خوشنویسی اور کتابت سے تھی۔ ان کا تعلق لکھنو کے ایک معزز کائستھ خاندان سے تھا۔ جس میں علم وادب اور شعروشاعری کا ذوق وشوق عام تھا۔ خطاطی اور خوشنویسی کی تحصیل، تعلیم کا ایک اہم جز سمجھا جاتا تھا۔ فضا نے اس ماحول میں ہوش سنھالا تھا۔ ان کو خط نستعلیق میں مہارت حاصل تھی۔ وہ طویل عرصے تک مطبع نولکشور میں بحیثیت کاپی نویس ملازم رہے۔ انہوں نے اردو، فارسی اور ہندی کی بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ مطبع نولکشور سے مثنوی مولانا روم کا جو پہلا ایڈیشن شائع ہوا، اس کے آخر تین دفتر فضا نے لکھے تھے جو نہایت خوشخط اور دلکش ہے۔ فسانہ عجائب کی کتابت پہلی بار انہوں نے کی۔ منشی نولکشور نے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

> ''منشی گوبند پرشاد صاحب، فضا تخلص، شاعر، سخن فہم، شاگرد زار مرحوم'' خوشنویس پرانے، نہایت شیریں مواد، مثنوی مولانا روم کے اخیر کے تین دفتر منشی گوبند پرشاد صاحب کے لکھے ہوئے ہیں۔

مذکورہ تحریر سے اندازہ وہتا ہے کہ فضا۔۔۔اور تجربہ کار تھے۔ ممکن ہے کہ وہ ۱۸۵۷ء سے پہلے لکھنؤ کے کسی مطبع سے منسلک رہے ہوں گے، اوران کو منشی نولکشور نے تجربہ کار ماہر فن ہونے کے باعث اپنے مطبع میں کام کرنے کے لئے خاص طور پر آمادہ کیا ہو۔ فضا کے اور حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ ان کی مثنوی گلزارِ فضا، اور دیوان مطبع نولکشور سے شائع ہو چکا ہے۔ انہوں نے علم وعروض پر ایک کتاب لکھی تھی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## مولوی محبوب احمد

ان کا شمار بہترین خوشنویسوں میں کیا جاتا ہے۔ وہ ایسے فنکار تھے جن کو کتابت کے علاوہ مصلح سنگ کی حیثیت سے بھی امتیاز حاصل تھا۔ پتھر پر لکھی ہوئی تحریر کی غلطیوں کو اس صفائی سے درست کرتے تھے کاتب کی تحریر میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا۔ ان کو خطِ نستعلیق میں مہارت حاسل تھی، خوشنویسی کے اصول وضوابط کے علاوہ اس کے رموز ونکات پر عبور حاصل تھا۔ ان خوبیوں کے ساتھ ان میں انتظامی صلاحیت بھی بہت تھی۔ جس کی بناء پر وہ لیتھوگرافی سیکشن میں منیجر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ ان کے مزاج میں تیزی طراری بہت تھی۔ جہاں کوئی بات خلاف مزاج ہوئی بگڑ جاتے تھے۔ منشی نولکشور کو ان کی مہارتِ فن اور حسن انتظام کا اعتراف تھا، لیکن ان کی تنک مزاجی اور غصے کے جو واقعات دوسرے کارکنوں کے ساتھ پیش آتے تھے۔ ان سے کبھی کبھی الجھن محسوس کرتے تھے۔ منشی نولکشور نے ۱۸۷۲ء کی سالانہ روداد میں دیگر کارکنوں کے ساتھ مولوی محبوب احمد کے متعلق لکھا ہے۔

> ''مولوی محبوب احمد صاحب ، حلقہ اوّل لیتھوگرافک کارخانے کے افسر'' کسی قدر نازک مزاجی سے گاہ گاہ اینٹھ جاتے ہیں۔ بہرحال یہ قصور نوجوانی ہے۔ مگر مطبع کے دلی خیر خواہ ہیں۔ خوشنویسی اور اصلاحِ سنگ میں بھی مہارت، مزاج میں جودت، انتظام میں چست وچالاک ہیں۔

مولوی محبوب احمد، عربی وفارسی کی تعلیم سے بہرہ ور تھے۔ خوشنویسی کو ذوق ابتداء سے تھا۔ منشی شمس الدین کے ہم عصر تھے۔ ممکن ہے ان کے شاگرد ہوں یا مولوی ہادی علی کے شاگرد رہے ہوں کیوں اس زمانے میں انہیں دو فنکاروں کا سکہ استادی جاری تھا۔ مزید حالات نہ معلوم ہو سکے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## لالہ مکھن لال

لکھنؤ کے رہنے والے اچھے خطاط اور کاتب تھے۔ خط نستعلیق بہت اچھا تھا۔ مطبع نولکشور میں ملازم تھے۔ وہ خاص طور پر مطبع کی فہرست کتب لکھنے پر مامور تھے۔ جس کے لکھنے کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ کیونکہ چھوٹی بڑی کئی قسم کی فہرستیں تیار کی جاتی تھیں۔ کتابوں کی کمی وبیشی کے ساتھ ان میں ردوبدل بھی ہوتا رہتا تھا۔ مطبع کے رجسٹر احکامات بابت ۹۰-۱۸۸۹ء میں کتابت مولوی اسمٰعیل کی ایک تحریر موجود ہے کہ لالہ مکھن لال فہرست نگار علیل ہو گئے ہیں اس لئے حاضر نہیں ہوے۔ وہ ہندی میں بھی اچھی کتابت کر لیتے تھے۔ مذکورہ رجسٹر میں منشی نولکشور نے لکھا ہے کہ اگر فہرست کی کتابت مکھن لال کریں تو اچھا ہے۔ ان کا ذکر مختلف رجسٹروں اور کتابوں کے آخر میں موجود ہے، لیکن حالات زندگی دستیاب نہ ہو سکے۔

## منشی محمد مرزا جان محمود

عہد نولکشور کے ماہر خطاط، خوشنویس اور نہایت تجربہ کار کاتب تھے۔ شاعری کا ذوق بھی تھا۔ محمود تخلص کرتے تھے۔ لکھنؤ کے ایک معزز خاندان سے تعلق تھا۔ نہایت محنت سے کام کرتے تھے، ان کے متعلق خود منشی نولکشور نے ۱۸۷۲ء کو مطبع کی سالانہ روداد میں لکھا ہے کہ

> "منشی محمد مرزا جان۔ محمود تخلص۔ یہ صاحب نہایت عمدہ خوشنویس اور شاعر بھی ہیں۔" وہ خاندانی شخص ہیں جن کی بہ نسبت مالک مطبع اپنی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ صاحب البتہ قابل تحسین اور شکر گزاری مطبع کے ہیں۔ رات دن جس وقت طلب کیا گیا مطبع کے کام پر حاضر ہوئے۔ مالک کارخانہ کے دل میں ان کی محبت ہے اور جس قدر ان کی تحریک کا مطبع کو لحاظ ہوتا ہے بہت کم اور صاحبوں کا لحاظ ہوتا ہے کیونکہ تحریک منشی محمد مرزا جان

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

صاحب لائق تعریف ہے۔

مرزا جان محمود طویل عرصے تک مطبع نولکشور سے وابستہ رہے اور پچاسوں مضامینِ اودھ اخبار اور کتابیں لکھیں۔

## (منشی) مہتاب رائے عاصیؔ

عاصیؔ نہایت اچھے خوشنویس تھے۔ ان کا شمار ماہر خطاطوں میں ہوتا ہے۔ اچھے تعلیم یافتہ تھے۔ فارسی کی اچھی استعداد تھی۔ شاعری کا بچپن سے شوق تھا۔ لکھنؤ کی علمی ادبی محفلوں اور مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔ مطبع نولکشور سے وابستہ رہے۔ اودھ اخبار کی کتابت کرتے تھے، ساتھ ہی حسب ضرورت مطبع کی کتابیں بھی لکھتے تھے۔ بہت عرصے تک مطبع نولکشور میں کام کرتے رہے۔ وہ لکھنؤ کے ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اور شہر کے اس علاقے میں سکونت تھی جہاں علم وادب اور شعروسخن کا زیادہ چرچا رہتا تھا۔

## محمد علی عرف محمد بخش

محمد علی مطبع نولکشور میں کام کرنے والے اچھے خوشنویس اور ماہر فن کاتب تھے۔ لکھنو کے رہنے والے ذی علم شخص تھے۔ وہ فن خطاطی کے نکات سے خوب واقف تھے۔ خط نستعلیق میں خاص مہارت حاصل تھی۔ ان کی کتابت کی ہوئی کتابیں نہایت دلکش اور دیدہ زیب ہیں۔ منشی انوار حسین تسلیم کی مشہور مثنوی سعدین کی کتابت محمد علی نے کی تھی جس کو ۱۸۸۷ء میں مطبع نولکشور نے شائع کیا تھا۔ انھوں نے مثنوی کے مصنف کے حالات بھی لکھے ہیں اور ان کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار بھی کیا ہے۔ وہ اچھے تعلیم یافتہ تھے۔ ان ک کتابت کی ہوئی بیسیوں کتابوں میں ''تاج المدائح''، نستعلیق کا اچھا نمونہ ہے۔

## مرزا مصطفیٰ حسین

ماہرِ فن خطاط اور خوشنویس ہونے کے علاوہ نہایت اچھے مصوّر اور نقاش تھے۔ مطبع نولکشور سے وابستہ فنکاروں میں ان کی حیثیت نمایاں تھی۔ انہوں نے بالواسطہ کسی کی شاگردی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اختیار نہیں کی لیکن بلاواسطہ وہ شمس الدین اعجاز رقم کے شاگرد تھے۔ جیسا کہ ان کے بیٹے قیصر
مرزا نے بتایا ہے کہ وہ منشی شمس الدین کے لکھے ہوئے جلی قلم پوسٹروں اور بعض دوسری تحریروں
کی نقل کیا کرتے تھے۔ جس کی بدولت وہ اچھے خوشنویس بن گئے۔ ایک بار مصطفیٰ حسین کرا
کی فرمائش پر ایک پوسٹر خط نستعلیق میں لکھ کر صاحبِ فرمائش کو دینے جارہے تھے۔ راستے میں
محلّہ قاضی باغ ہے، اتفاق سے اعجاز رقم اپنے مکان کے باہر کھڑے تھے، مصطفیٰ حسین ہاتھ
میں پوسٹر دبائے سامنے سے نکلے تو انہوں نے روک کر پوچھا یہ کیا ہے، مصطفیٰ حسین نے پوسٹر
دکھا دیا، بہت خوش ہوئے اور ایک روپیہ انعام دیا۔ یہ بھی پوچھا تھا کہ اصلاح کس سے لیتے
ہو، جواب دیا کہ آپ کی تحریروں کی نقل کرکے سیکھا ہے۔ یہ واقعہ قیصر مرزا نے مجھے بتایا جو
مصطفیٰ حسن کے بیٹے تھے۔

مصطفیٰ حسن مطبع نولکشور سے وابستہ خوشنویسوں اور مصوروں میں بہت مشہور و مقبول تھے۔ وہ کتابوں کے ٹائٹل کے ڈیزائن بناتے تھے اور کتابوں کے نام جلی قلم سے لکھنے میں ان کو بڑی مہارت حاصل تھی۔ مطبع نولکشور کی مطبوعہ کتابوں کے سرورق عام طور پر بہت خوشنما اور بیل بوٹوں سے مزین نظر آتے ہیں۔ ان میں مصطفیٰ حسین کے بنائے ہوئے بھی شامل ہیں۔ انہوں نے یکم رجنوری ۱۹۵۵ء میں وفات پائی، اس وقت ان کی عمر ۸۰ سال تھی۔

## منشی وزیر محمد

مطبع منشی نولکشور کے باکمال خطاط خوشنویس تھے۔ لکھنو کے رہنے والے ایک ذی علم خاندان سے تعلق رکھتے انہوں نے مطبع سے وابستہ رہ کر گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ وہ ماہر فن خوشنویس تھے۔ نسخ و نستعلیق دونوں میں مہارت حاصل تھی۔ اودھ اخبار اور مطبع میں عرصہ تک کتابت کرتے رہے۔ بہت محنتی اور ہوشمند تھے، اسی لئے منشی نولکشور نے ان کی حسن کار کردگی اور اچھی لمی استعداد کے پیش نظر ان کو ترقی دے کر بعض انتظامی امور کا ذمہ دار بنایا۔ وہ یکے بعد دیگرے کئی شعبوں کی دیکھ بھال کرتے رہے تاہم اپنے اصل فن سے کبھی تعلق منقطع نہیں کیا۔ مطبع نولکشور کے قدیم دفتری کاغذات میں ان کا ذکر متعدد جگہ نظر آتا ہے۔ بد

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

قسمتی سے ایسے باکمال لوگوں کے حالاتِ زندگی محفوظ نہیں رکھے گئے نہ اب ان کے متعلق معلومات کا کوئی مستند ذریعہ موجود ہے۔

## ''منشی واجد علی شیریں رقم''

لکھنؤ کے مشہور خطاط و خوشنویس تھے۔ انکا تعلق ایک اچھے علمی خاندان سے تھا۔ اردو اور فارسی کی اعلیٰ تعلیم پائی تھی۔ خوشنویسی کا شوق اوائل عمر سے تھا۔ اس زمانے میں مولوی ہادی علی کے شاگرد رشید، شمس الدین اعجاز رقم کے کمالِ فن کی شہرت عام تھی۔ منشی واجد علی نے ان کی شاگردی اختیار کی اور مشق و مزاولت سے قلیل مدت میں ایک اچھے خوشنویس اور کاتب بن کر نمایاں ہوئے۔ ہر اچھے کاتب کو مطبع نولکشور میں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا تھا۔ واجد علی کو بھی مطبع سے وابستہ ہونے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی، کیونکہ وہاں کاتبوں کی کثرت کے باوجود بھی مزید کی ضرورت محسوس کی جاتی تھی۔ انہوں نے طویل عرصے تک کام کیا اور مطبع کی پچاسوں کتابیں لکھیں، بعض مکمل اور بعض ضخیم کتب کے متفرق اجزاء ان کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں۔ منشی شمس الدین، ان سے خصوصیت کا برتاؤ کرتے تھے۔ ان کے مطبوعہ دیوان حافظ کا قطعہ تاریخ واجد علی نے بھی فارسی میں لکھا ہے، ان میں استاد کی مہارت فن کا ذکر اور ان کی تعریف و توصیف کی ہے۔

منشی واجد علی کو شعر و شاعری کا شوق بھی تھا۔ وہ اپنے زمانے کے خوشگو شاعروں میں شمار ہوتے تھے۔ اور لکھنو کی ادبی محفلوں میں پابندی سے شرکت کرتے تھے۔ تخلص واجد رکھا تھا۔ ایسے ہی اہل ذوق کارکنوں کی کوششوں اور مالک مطبع کی ذاتی دلچسپی کے پیش نظر مطبع نولکشور میں ہی بزم مشاعرہ کا انعقاد عمل میں آیا کرتا تھا۔ اور شرکاء مشاعرہ کا کلام، ''گلدستے'' کے نام سے شائع ہوتا تھا۔

## منشی ہادی علی اشک

اشک بلند پایہ خوشنویس اور خطاط تھے۔ ان کا شمار اس فن کے ممتاز اساتذہ میں کیا جاتا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہے۔ مرزا غالب جیسے فن شناس ان کے مداح اور قدر دان تھے۔ اشک کو خطِ نسخ اور نستعلیق
دونوں میں یکساں مہارت حاصل تھی۔ انہوں نے قرآن شریف کی کتابت خطِ جلی اور
دونوں میں کی ہے۔ ایک قرآن شریف بہت جلی لکھا جو چوب قلم کہلاتا ہے، اس میں
نستعلیق میں اردو اور فارسی ترجمہ اور حاشیہ پر تفسیری مطالب بھی ہیں۔ ایسا جلی قلم قرآن
شریف شاید و باید ہی کسی کاتب نے طباعت کے لئے لکھا ہو۔ اشک کی ولادت قصبہ بجنور میں
ہوئی جو نواح لکھنو میں صدیقی شیخ زادوں کی قدیم بستی ہے۔ ان کے والد کا نام حسین علی
دادا کا نام مجیب الدین ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ ان کی ولادت شہر لکھنؤ میں ہوئی۔
تعلیم و تربیت پائی۔ سنِ شعور کو پہنچے تو علوم متداولہ کی تحصیل میں مصروف ہوئے۔ عربی و فارسی
میں مہارت حاصل کی۔ مذہبی نصابِ تعلیم کی تکمیل کی۔ مکتبی تعلیم کے زمانے سے خوشنویسی
شوق پیدا ہوا۔ خوش قسمتی سے اس فن کے مشہور استاد حافظ ابراہیم لکھنو میں موجود تھے۔ ان
شاگردی اختیار کی اور مسلسل محنت اور لگن سے خود اس فن کے اساتذہ میں شمار ہونے لگے۔
لکھنؤ جیسے مرکزِ علم و ہنر اور گہوارہ شعر و سخن میں رہنے کے باعث شعر و شاعری میں نواب
الدولہ برق کی شاگردی اختیار کی جو اس دور کے نہایت خوشگو شاعر تھے۔ ان کے ساتھ گہرے
روابط قائم ہو گئے۔ برق ۱۸۵۶ء میں جب کلکتہ گئے تو اشک کو بھی ساتھ لے گئے۔ جہاں
انہوں نے کچھ عرصہ مٹیابرج میں قیام کیا جہاں اودھ کے معزول حکمران واجد علی شاہ نظر بند کئے
گئے تھے۔

جب ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کم ہوئے تو اشک لکھنؤ واپس آئے اور مطبع محمدی لکھنو میں ملازمت کرلی۔ جہاں وہ کتابت کرنے لگے۔ ۱۸۵۸ء میں جب منشی نولکشور نے اودھ اخبار جاری کیا تو ان کو اچھے کاتبوں، خوشنویسوں اور مضمون نگاروں کی تلاش ہوئی۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اشک کی علمی لیاقت اور خطاطی میں مہارت کی شہرت سنی۔ وہ بڑے مردم شناس شخص تھے۔ انہوں نے اشک کو اپنے مطبع میں کام کرنے کے لئے رضامند کرلیا۔ اور اودھ اخبار کی ادارت ان کے سپرد کی۔ اشک کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ اودھ اخبار کے پہلے ایڈیٹر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تھے۔ ادارت کے ساتھ ساتھ کچھ وقت کتابت کرنے میں صرف کرتے تھے۔ جب منشی نولکشور کو یہ احساس ہوا کہ اشک جیسے جوہرِ قابل سے وہ کام لینا چاہیے جس میں ان کو مہارت حاصل ہے۔ اس لئے ان کو قرآن شریف کی کتابت اور صحتِ کتب پر مامور کیا۔ اشک نے طباعت کے لئے چھوٹی بڑی تقطیع پر کئی قرآن شریف لکھے جو ہزاروں کی تعداد میں طبع ہو کر شائع ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ عربی اور فارسی کی متعدد کتابیں لکھیں۔ کلیات نظم غالب فارسی کیکتابت اور صحت کا کام انہوں نے انجام دیا۔ یہ کلیات ۱۸۶۲ء میں دہلی جا کر مرزا غالب سے اشاعت کے لئے حاصل کیا تھا۔ اسی سلسلہ میں منشی نولکشور اور غالب میں دوستانہ مراسم قائم ہو گئے تھے۔ کلیات کی کتابت کے دوران اشک بیمار ہو گئے تھے اور کتابت کا سلسلہ کچھ عرصہ بند رہا تو غالب نے قدر بلگرامی کو خط لکھ کر اشک کی صحت کا حال دریافت کیا۔ ایک خط میں میر مہدی مجروح کو لکھا کہ:

> ''کلیات کے ازطباع کی تاریخ میں کیوں لکھوں، اہل مطبع کو خدا منشی صاحب نولکشور، کے عطوقت میں سلامت رکھے کہہ لیں گے۔ چھاپا ۱۲۷۸ء ہجری میں شروع ہوا۔ ۱۲۷۹ء ہجری میں تمام ہوگا۔ مولوی ہادی علی صاحب کے مطبع میں آنے کا حال تم لکھو اور کلیات کے کاپی نگار کے آنے کا حال بھی معلوم کر کے لکھو۔''

غالب کے دونوں خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کلیات کی کتابت کوئی اور کاتب کے سپرد تھی اور ہادی علی کو صحتِ کتابت کا ذمہدار بنایا گیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی کتابت ہادی علی نے کی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ خرابی صحت کی بناء پر کسی دوسرے اچھے کاتب سے بھی مدد لی ہو اگر ایسا نہ ہوتا تو صرف صحت کتابت کے لئے طباعت میں تاخیر نہ ہوتی۔ کیونکہ صحت کتابت کے لئے قدر بلگرامی اور کئی دوسرے فارسی داں عالم مطبع میں موجود تھے اور بہتر طریقہ پر یہ کام کرسکتے تھے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اشکؔ کو فنِ تاریخ گوئی میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ اپنے ہم عصر ادیبوں اور شاعروں میں
نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ مولوی رحمٰن علی مصنف تذکرہ علمائے ہند، علمی کاموں میں ان سے
مشورہ لیتے تھے۔ منشی نولکشوران کا بے حد احترام کرتے۔ اس عہد کے اکثر خوشنویس اشکؔ کی
شاگردی پر فخر کرتے تھے۔ اشکؔ کی فنی مہارت کا ایک دلچسپ واقعہ مولانا عبدالحلیم شررؔ نے لکھا
ہے جو یہاں نقل کرنا مناسب ہے''۔ لکھتے ہیں کہ،

منشی حامد علی صاحب فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر منشی ہادی علی، منشی یحییٰ جنہوں نے طبع ہونے کے لئے لکھنؤ میں پہلا قرآن شریف لکھا تھا۔ نسخ کے بڑے استاد تھے، منشی عبدالحئی سندیلوی، اور میر بندہ علی مرتعش ایک صحبت میں جمع تھے۔ یہ نسخ کے تمام باکمالوں کی صحبت تھی۔ کسی نے ایک قطعہ نسخ فروخت کے لئے لا کے پیش کیا گو اس میں کاتب کا نام نہیں لکھا تھا، مگر ان باکمالوں ن بالا تفاق پہچان لیا کہ خاص یاقوتؔ کے ہاتھ کا ہے اور سب کو شوق ہوا کہ اس کو اپنے قبضہ میں کریں۔ مگر منشی ہادی علی صاحب نے کہا یہ ایک دن میرے پاس رہے تو مجھے غور کرنے کے بعد اطمینان ہوگا کہ دراصل یہ یاقوت کے ہاتھ کا ہے یا نہیں۔ مالک نے دیدیا، اور وہ اسے گھر لے آئے۔ دوسرے دن لے جا کے پیش کیا اور کہا، واقعی یہ یاقوت کے ہاتھ کا ہے۔ اسی کے ساتھ کا یاقوت کا یک قطعہ میرے پاس بھی پڑا ہوا تھا۔ میں نے اسے لے جا کے اس سے ملایا تو بعنیہ وہی پایا، اور مجھے یقین آ گیا کہ واقعی یہ یاقوت کا ہے، اور دونوں قطعے سب کے سامنے رکھ دیے، سب سے بلا تامل تسلیم کرلیا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کہ دونوں یاقوت ہی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ مگر میر بندہ علی مرتعش نے منشی ہادی علی والے قطعے کو غور سے دیکھا، پھر مسکرائے اور اس کے نیچے لکھ دیا۔

این کار از تو امید و مردان چنین کنند

یہ تحریر لکھ کر منشی عبدالحیٔ صاحب بگڑے اور کہا، آپ کو اس میں شک ہے؟ میر بندہ علی نے کہا، یہ قطعہ تو یاقوت کے ہاتھ کا نہیں ہوسکتا۔ منشی عبدالحیٔ اور دیگر حریفانِ صحبت نے دعویٰ کیا کہ یہ خاص یاقوت کے ہاتھ کا ہے۔ میر بندہ علی نے اس میں ایک داؤ کا سرا دکھایا اور کہا کہ "یہ یاقوت کا نہیں ہوسکتا" اب سب گومگو میں پڑے ہوئے تھے کہ منشی ہادی علی نے اس وصلی کا ایک کونا پھار کے کاغذ کی تہہ کے اندر سے نکال کے اپنا نام دکھا دیا، اور سب کو یقین آ گیا کہ یہ کارستانی منشی ہادی علی صاحب کی تھی۔ سب نے ان کی بے حد تعریف کی اور انہوں نے کہا کہ میں تو بندہ علی صاحب کی نظر کا قائل ہوگیا۔

اشکؔ زندگی کے آخر زمانے تک مطبع منشی نولکشور سے وابستہ رہے۔ انہوں نے طویل علالت کے بعد ۲۱ / رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ ہجری مطابق ۱۸۶۵ء کو بمقام لکھنو وفات پائی۔ ان کو اپنے آبائی وطن قصبہ بجنور کے خاندانی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ ان کی وفات پر کئی شاعروں نے قطعات تاریخ لکھے جو اودھ اخبار اور دیگر اخبارات میں شائع ہوئے۔ مرزا غالب کے مشہور شاگرد مرزا تفتہ نے بھی قطعہ تاریخ کہا تھا جو درج ذیل ہے۔

مولوی ہادی علی اشک از جہاں رفت و مرا
بیش در سینہ جاگیر د و غمش در دل خیزد

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بس جز این چہ تار بخش نور سیم و تفتہ من
رحلتِ ہادی علی اشک از جہاں حاتم کرد

۱۳۸۱ھ ہجری

اشکؔ خوش گو شاعر تھے۔ لیکن یہاں ان کا تعارف بحیثیت خوشنویس مقصود تھا۔ اس لیے شاعری پر اظہار خیال اور نمونہ کلام پیش کرنا مناسب نہیں معلوم ہوا۔

## اشکؔ کے تلامذہ

اشکؔ کے تلامذہ کا سلسلہ بہت وسیع ہے۔ سب کے حالات تو درکنار ان کے معلوم کرنا بھی ممکن نہیں۔ ان کے ارشد تلامذہ میں سب سے زیادہ مشہور اور باکمال شخصیت منشی شمس الدین اعجاز رقم کی تھی جنھوں نے استاد سے زیادہ شہرت حاصل کی خود ان کے شاگردوں کی تعداد بہت ہے جن میں کئی بڑے باکمال خوشنویس تھے اور آج بھی ان کا فیض جاری ہے۔ لکھنو اور بیرونِ لکھنؤ اس زمانے میں جو ممتاز خوشنویس کتابت میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں بالواسطہ اور بلاواسطہ اکثریت اسی سلسلہ کی ہے۔

اشکؔ کے لکھے ہوئے حسبِ ذیل قرآن شریف ہزاروں کی تعداد میں کئی بار طبع ہوئے اور سارے ملک کے علاوہ، افغانستان، ایران، چینی ترکستان میں بہت مقبول ہوئے۔

۱۔ قرآن مجید چوب قل، پانچ سال میں لکھا تھا۔ اس میں ایک ترجمہ اردو اور ایک فارسی میں تھا۔ دونوں خطِ نستعلیق میں ہیں اور حاشیہ پر تفسیری مطالب ہیں۔

۲۔ قرآن شریف بخط جلی اور سط۔ نہایت خوشخط۔

## منشی ہیرالال

لکھون کے نہایت اچھے خوشنویس تھے۔ خطِ نستعلیق اور خطِ شکستہ خوب لکھتے تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت لکھنو کے مخصوص ماحول میں ہوئی۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں اچھی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

استعداد تھی۔ خوشنویسی کا شوق اور کتابت کو ذریعہ معاش بنانے کا خیال اپنے ہم عصر کاتبوں کو دیکھ کر پیدا ہوا۔ منشی شمس الدین اعجاز رقم کی شاگردی اختیار کی۔ اور ان کی نگرانی میں رہ کر کتابت کرتے رہے۔ انہوں نے اودھ اخبار بھی لکھا اور چھوٹی بڑی کئی کتابیں لکھیں۔ وہ عصہ دراز تک مطبع نولکشور سے وابستہ رہے۔ اپنے استاد اعجاز رقم کے ہم عسر تھے۔ مطبع نولکشور کی بعض مطبوعہ کتب کے آخر میں، ان کا نام نظر آتا ہے۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ ان کے مفصل حالات نہ معلوم ہو سکے۔

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# نور محمد ...... ایک تعارف

محمد دین فوقؔ اپنی کتاب ''تاریخِ اقوامِ کشمیر'' میں رقمطراز ہیں کہ۔

''غلام محمد کا خاندان کا کہ پورہ پلوامہ میں تھا اور غلام محمد صاحب اصل میں وہیں کے باشندے تھے وہاں سے پھر ہجرت کر کے مستقل طور سرینگر میں قیام پذیر رہے۔''

غلام محمد بٹ پاندان نوہٹہ ........ وفات ۱۹۵۴ء بانی کتب خانہ فرزندان غلام محمد تاجر کتب :۔

نور محمد، غلام رسول، غلام حسن، غلام جیلانی، محمد حسین، بشیر احمد، عبدالمجید اور ایک دختر

نور محمد بن غلام محمد

❖........ ۱۹۰۵ء میں شہر خاص کے محلّہ صراف کدل میں پیدا ہوئے۔

❖........ ۱۹۱۷ء میں مڈل پاس کر کے اپنے والد کے ساتھ کتابوں کی تجارت شروع کی۔

❖........ ۱۹۲۲ء میں کشمیر کے نعت گو شعرا کی مکمل کتاب ''گلشنِ نعت'' صابر الیکٹرک پریس لاہور سے چھپوا کر شائع کر کے اپنی اشاعت کا آغاز کیا۔

❖........ ۱۹۲۷ء میں محلّہ صراف کدل سے پاندان نوہٹہ ترک سکونت اختیار کی۔

❖........ ۱۹۳۳ء میں ایک چھوٹی سی کتاب ''ترانۂ مسلم'' مرتب کی۔ یہ کتاب

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نظموں پر مشتمل تھی۔

❀........۱۹۳۰ء تک ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' کشمیر کا بڑا اشاعتی وتجارتی ادارہ تصور کیا جاتا تھا۔اس کی چار شاخیں لال چوک میں تھیں جو آج کل دوسرے ناموں سے جانی جاتی ہیں۔

❀........۱۹۴۷ء میں تقسیمِ ہند تک محمد نور محمد زیادہ تر کتابیں لاہور ولکھنؤ سے چھاپ کرلایا کرتے تھے۔

❀........۱۹۴۰اور ۱۹۵۰ء کے درمیان اسلامی جمہوریہ ایران سے ایک ادبی ڈیلی گیشن واردِ کشمیر ہوا جس کی قیادت ایرانی سفیر کررہے تھے۔انہوں نے یہاں آکر بہت سی شخصیات کے علاوہ نور محمد سے بھی ملاقات کی۔نور محمد نے ڈیلی گیشن کو یہاں کی ادبی،تمدنی، سیاسی،جغرافیائی تاریخ بہ زبانِ پہلوی سنائی جس سے وہ بہت ہی متاثر ہوئے۔

❀........۱۹۵۱ء میں اپنی مرتب کردہ تاریخِ کشمیر کی روزانہ ڈائری کا پہلا حصہ شائع کیا۔

❀........۱۹۵۴ء میں یہ اشاعتی وتجارتی ادارہ تقسیم ہوا۔

❀........۱۹۵۶ء میں اپنا چھاپ خانہ قائم کیا یہ کسی کشمیری مسلمان کا پہلا چھاپ خانہ تھا جو ''کوہِ نور پریس'' کوکر بازار اور ''نورِ محمدی پریس'' مولانا آزاد روڑ نام سے مشہور تھا۔

❀........۱۹۶۵ء میں ۵/ مارچ کو انتقال کر گئے۔مرحوم کی نماز جنازہ تاریخی جامع مسجد میں ادا کرنے کے بعد آبائی مقبرہ پیر حاجی محمد صاحب صراف کدل میں سپرد خاک کیا گیا۔

اولاد:۔تین بیٹے،غلام حمزہ،غلام مرتضیٰ،محمد اقبال۔

پانچ بیٹیاں جن میں اب تین بقید حیات ہیں۔

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# ذکرِ نور محمد

رات کے نو بجے دروازے پر دستک ہوئی۔

''جناب! کیا آپ گھر پر ہیں؟''

مجھے نور محمد صاحب کی آواز سنائی دی۔

''تشریف لائیں''

اتنے میں دو اشخاص، نور محمد اور عبدالاحد آزاد اندر آئے۔ میرا ہاتھ تھالی ہی میں اٹک کے رہ گیا۔

''آزاد'' میں حیرت میں پڑ گیا۔ جاڑے کی رات، سردی، اندھیاری گلی! پہلی ملاقات میں اُٹھ کھڑا ہوا اور آزاد کے ساتھ اِس طرح بغل گیر ہوا کہ گویا ہم پہلے ہی پکے دوست ہوتے ہوئے بعدِ مدتِ مدید آپس میں مل رہے تھے!

نور محمد ہنستے ہوئے بول اُٹھا ''جوڑی کا ملاپ ہوا تو درمیانہ دار پرایا بن گیا''۔ آزاد مثل سرو آزاد گویا ہوا کہ اس وقت بس اتنا کافی، کل رات ملاقات ہوگی۔ شاید یہ ۱۹۴۵ء کے اختتامی ایام تھے اور میں مقام سنگین کے ایک چھوٹے مکان میں بحیثیت ایک کرایہ دار بود و باش کرتا تھا۔ آزاد (اُن دِنوں شعرائے کشمیر کے کارناموں) اور حالاتِ زندگی کی جمع آوری میں لگے تھے اور میں ہر اتوار کو یہیں مشاعرہ کا انعقاد کرتا تھا۔ آزاد نے اخباروں میں میرا نام پڑھا تھا اور میری نظروں سے بھی اُس کی دو آنے مقرر کردہ قیمت والی کتاب کی وساطت سے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اُس کا کلام گزرا تھا اور مجھے اس کی تصویری مُلاقات بھی نصیب ہو چکی تھی۔

نور محمد کتب فروش اِس دِن مجھے کسی اور ہی صورت میں جلوہ افروز دِکھائی دیئے۔ کہاں وہ دِن بھر قلم کاغذ بیچنے کا دھندا اور کہاں آج کل شعرا کو آپس میں مِلانے کا کام؟ میں نے اِس دن نور محمد کے کردار کے اِس پہلو کو کچھ اہمیت نہ دی۔ میں اس کو محض ایک چھوٹا سا کُتب فروش گردانتا تھا جو شعرا کے کلام و پیام کے کاروبار میں جٹ گیا تھا اور جو محمود گامیؔ کی یوسف زلیخا اور رُسل میرؔ کی محبوبہ (کونگ) کو کاغذِی پیکروں کی زینت دے کر بازار میں بیچا کرتا تھا۔

ادیبوں اور شاعروں کی تصنیفات مدِ نظر رکھتے ہوئے قلم کو جنبش دینا آسان ہے مگر نور محمد جیسی شخصیت پر کچھ قلم بند کرنا اس وجہ سے دشوار ہے کہ اس کی یاض کے اوراق بکھرے پڑے ہوئے ہیں جن کی ورق گردانی کرنا اور ان کو ترتیب دینا اُن کی جمع آوری سے بھی مشکل تر ہے۔ نور محمد کی پیدائش سے پانچ چھ سال قبل ان کے والد صاحب نے زینہ کدل میں ایک چھوٹی دکان کھولی جس میں ایرانی اور نرسل کی قلمیں، کریما، نامِ حق، تیسر القرآن، پارہ عم، بچوں کے قاعدے کاغذ وغیرہ کی عام استعمال کی چیزیں سجی رہتیں۔ یہ اَغلب اُنیسویں صدی کا سنہ تھا۔ گویا نور محمد کی پیدائش سے پہلے ہی دستِ قُدرت نے اُس کے لئے ایسے کاروبار کے وسیلے کا اہتمام کر دیا تھا جو اس کی شہرت اور مالداری کا ذریعہ ثابت ہوا۔

اس کے باپ کا نام غلام محمد تھا جو ایک سادگی پسند آدمی تھا۔ آمدنی کے اندر گزارہ کرتا، نمازیں ادا کرتا اور دن بھر دکان کی زینت بنا رہتا۔ سرکار کی جانب سے سرکاری اسکول چالو ہوئے تھے اور بسکو صاحب نے بھی ایک انگریزی سکول شروع کیا تھا۔ نور محمد کو اپنے والد نے سٹیٹ سکول میں حصولِ تعلیم کے لئے داخل کر دیا۔ جہاں دسویں درجہ تک تعلیم دی جاتی تھی۔ بارہ، تیرہ سال کی عمر میں نور محمد اپنے والد کی دکان پر اُس کا ہاتھ بٹاتا رہا۔ نویں جماعت میں پہنچ کر اُس کو دکانداری کا پورا لین دین سمجھنا پڑا کیونکہ اس کے باپ کو بڑھاپے نے نڈھال کر دیا اور آخر کار اُس کا آب و دانہ بھی ختم ہو گیا جس وجہ سے نور محمد کے نازک شانوں پر دکان اور گھر کا سارا بوجھ پڑ گیا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نور محمد کا سر بھاری اور جسم نازک تھا، ماتھا کشادہ، آنکھیں جنگلی شیر جیسی سُرخ اور قد ٹھگنا جس پر کھوپڑی کچھ بھاری بھر کم دِکھائی دے رہی تھی۔ سر پر قراقلی پہنتے تھے، داڑھی تراشتے تھے مگر جوں جوں کاروبار میں ترقی ہوتی رہی، داڑھی منڈوانے اور نفیس کپڑے پہننے کی طرف میلان کم ہوتا گیا۔ اس کی نس نس کتابوں کے لین دین کے ساتھ محور ہتی۔ اکثر یوں کہا کرتے کہ اِس دھندے کے جال میں اِس طرح جکڑ گیا ہوں کہ اب خلاصی مشکل دِکھائی دیتی ہے۔ راتیں دکان کا لین دین دیکھنے میں گزر جاتیں۔ یوں تو صوم وصلوٰۃ کا زیادہ پابند نہ تھا مگر دین سے پوری طرح واقف تھا۔ غضب کی یاداشت کا مالک تھا اور گھنٹوں کشمیری اور فارسی زبان کے شعراء کا کلام سنانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

قوتِ حافظہ خداداد دین ہے اور یہ عنایت نور محمد کو بھر پور حاصل ہوئی تھی۔ کتابوں، خاص کر کشمیری کتابوں سے جس قدر بھی اُس کی دلچسپی بڑھتی گئی اُسی قدر اُس کا سینہ علم کا دفینہ بنتا گیا۔ کشمیر میں اس وقت تک کتابیں چھاپنے کا شوق پروان نہیں چڑھا تھا اور جو کچھ بھی شعراء نے لکھا تھا وہ لوگوں کو ازبر تھا۔ جو کچھ بھی ساز وآہنگ پر چڑھ سکتا تھا وہ گویوں کو نوکِ زبان پر تھا۔ اُس وقت تک جو کچھ بھی چھپ چکا تھا، یا تو نول کشور یا گلاب سنگھ نے طبع کیا تھا۔

نور محمد کو خیال آیا کہ جو بھی ادبی سرمایہ کشمیری بزرگوں کا ہے، اگر طباعت کے مرحلے سے نہ گزرے تو اُس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہ خیال اُس کے دماغ میں جا گزیں ہوا اور اُس نے محمود گامی، رُسل میر، حبہ خاتون اور دیگر شعراء کے گیتوں کو لکھوا کر دو دو آنے والے کتابچوں میں شائع کر دیا۔ اس کاروبار سے اُس کو کتنا منافع ملتا تھا، اُس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مہجور جیسے مقبول عام شاعر کو اُس سے صرف مبلغ ایک سو روپیہ کا صِلہ ملا تھا۔ مہجور صاحب نے پینتالیس سال شاعری کر کے اتنے ہی سرمایہ اور معاوضہ ہونے کا مجھ سے ذکر کیا ہے۔

نور محمد کو اوّل اوّل کتابوں کے کاروبار سے بہ مشکل ساگ اور بھات حاصل ہوا کرتا۔ نور محمد قریہ قریہ جا کر شاعروں کا کلام اِکٹھا کرنے لگا تھا۔ گویوں، مُغنیوں اور حافظوں کے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پاس یہ شخص جاتا اور جو بھی گیت (اُن سے) سُنتا، لکھ لیتا اور شائع کرتا۔

مجھے خود رسالہ گلریز کے سلسلے میں مختلف جگہوں پر جا کر اِس بات کا تجربہ ہوا ہے۔ شاعروں کا کلام جمع کرنے کا کام کس قدر دشوار ہے اور کس طرح گاؤں کے لوگوں نے ان ادبی شہ پاروں کے شہ کاروں کا گھاس کی چھتوں کے اندر چھپا کر محفوظ کر دیا تھا۔ چاول کے مٹکوں کے اندر رکھا ہوا ہوتا تھا اور اتنی احتاط برتنے کے باوجود ہمارا کتنا ادبی سرمایہ ضائع ہوا ہوگا۔

مہجؔور اور آزادؔ کے مابین یہ طے پایا تھا کہ قدیم فارسی اور کشمیری شاعروں کا کلام اور ان کے حالاتِ زندگی وغیرہ کو جمع کر لینا چاہیے۔ مہجؔور نے خود کشمیر کے فارسی شعراء کا کلام جمع کرنے کی ذمہ داری لی تھی اور آزادؔ کو کشمیری شعراء کے تحقیق کی ذمہ داری سونپی تھی۔ آزادؔ نے اپنے ذمہ لئے ہوئے کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا مگر مہجؔور کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔ حالانکہ اُس نے سینکڑوں شعرا کے حالاتِ زندگی دریافت کر لئے تھے اور بہت سارے اشعار اُسے از بر تھے۔

مہجؔور جہاں بھی بیٹھ جاتے وہ بڑے اطمینان کے ساتھ قدیم فارسی شعراء کا ذکر کرتے۔ ادب کے پروانے مہجؔور کے اِرد گرد گھومتے رہتے اور سُننے والے محو حیرت ہو جاتے کہ اس کا سینہ کس قدر یادداشتوں کا خزینہ بنا ہوا ہے۔ میں نے اس بات کا ذکر اُس وقت کے ڈائریکٹر اجوکیشن اسد اللہ کاظمی سے کیا تھا اور ہم دونوں وزیر اعظم شیخ محمد عبداللہ صاحب سے بھی ملاقی ہوئے تھے مگر سیاسی مشغولیات نے ہماری تجاویز کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ میں نے ذاتی طور بھی دیگر لیڈران سے مدد حاصل کی تھی اور یہ تجویز پیش کی تھی کہ مہجور کے ساتھ ایک مُنشی کو منسلک کیا جائے کہ وہ مہجؔور کی باتوں کو تحریر میں لائے تا کہ ایک ادبی تاریخ تیار ہو سکے جو ایک ''Anecdotal History'' بن سکے۔ شیخ صاحب نے میرے خیال کو پسند فرمایا تھا مگر اس وقت تک اس کی تکمیل نہ ہو سکی جب تک مہجور ہم میں موجود رہے۔

نور محمد کی زندگی کا یہی پہلو اہم ہے کہ جو ملاقات اندھیری رات میں اُس نے میری اور

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

آزاد کی کروائی تھی، وہ اِس ات کی واضع دلیل ہے کہ اُس کا کاروبار صرف کتابوں کا لیکن دین نہ تھا بلکہ وہ جنون کی حد تک اِس جذبے کے شوق میں ڈوبا ہوا تھا۔

کتنے ہی لوگوں کا واسطہ کتابوں کی تجارت سے رہا اور آج کل بھی اس کاروبار سے جڑے ہوئے ہیں۔عوام الناس نے صرف نور محمد ہی کو ''کتاب'' کا خطاب دیا اور وہ نور محمد کتاب کے نام سے ہی لوگوں میں مشہور ہوئے اور اُس کے خاندان کا نام بھی کتاب ہی رہ گیا۔اس وقت اس کے بھائیوں کے پاس بڑی بڑی کوٹھیاں ہیں اور ہر کوٹھی کے ساتھ ''کتاب'' نام منسلک ہے۔

نور محمد کتاب حقیقت میں ایک مُجسم کتاب تھا اور یہ کتاب اُس وقت تک نور پھیلاتی رہے گی، جب تک کشمیری زبان اور کشمیری قوم زندہ ہے۔

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# نور محمد..... ہمہ جہت شخصیت کا مالک

زندگی میں کوئی غیر معمولی امتیاز حاصل کرنا اگر بڑا پن ہوسکتا ہے تو یہ کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ مرحوم نور محمد ایک بڑے انسان تھے۔ نور محمد کی بڑائی کی روشنی میں کئی قوس وقزح لہرا رہے ہیں۔ لوگ عام طور پر مرحوم کی شخصیت کے صرف ایک پہلو کی ہی اپنی توجہ کا مرکز بناتے ہیں یعنی کشمیر میں کتابوں کی تجارت کے حوالے سے اور خاص طور پر کشمیری کتابوں کے فروغ اور پیش رفت میں اُن کی جرأت اور صبر آزما رول کو سراہنے پر ہی بس کیا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہر کشمیری پر واضح ہے کہ کشمیری زبان کو پروان چڑھانے اور کشمیری ادب کے فروغ میں نور محمد نے جو شاندار کارنامہ انجام دیا وہ اپنی مثال آپ ہے لیکن ان کے انتہائی اہم زوایوں کے نقوش دھندلا گئے اور انجام کار اُن کے ESSENTIAL BEING کا بنیادی اور محوری عنصر ہماری نظروں سے اوجھل ہو کر نذرِ طاقِ نسیاں ہوگیا۔ کتب فروش تو نور محمد سے پہلے بھی رہے تھے اور ان کے بعد بھی متعدد لوگوں نے یہ کاروبار اپنایا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ کشمیری کتابیں شائع کرانے کی شروعات بھی نور محمد سے پہلے ہوگئیں تھیں اور ان کے بعد بھی یہ کام کسی نہ کسی طرح جاری رہا۔ مجھے اِس حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کہ نور محمد نے کتابوں کی اس تجارت میں خوب پیسہ کمایا۔ انہوں نے اتنی دولت کمائی کہ بعض لوگ آج بھی اس غلط فہمی کے شکار ہیں کہ کتب فروشی نور محمد کا مطمع نظر صرف حصولِ دولت تھا۔ مجھے اِس بات کا بھی علم ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آیا جب نور محمد نے کشمیری مطبوعات کے بے شمار سستے ایڈیشن شائع کرائے۔ غالباً یہ سوچ کر کہ جہاں ایک طرف سستے مال سے گاہک کو ترغی ملے گی وہاں کتاب کی پہلی جلد کا مطالعہ کرنے کے بعد منہ سے لگی ہوئی یہ کافر چھٹ نہیں پائے گی اور بے چارے قاری کے پاس دوسری جلد خریدنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ اِس طرح قاری کی تشنہ لبی بھی برقرار رہے گی اور بیوپار کی ندیاں بھی ہولے ہولے بہتی رہیں گی۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

باثروت ہونے کے باوجود نور محمد انتہائی سادہ زندگی گزارتے تھے۔ دھان پان سے بدن پہ ایک خاص قسم کے بٹن والا کرتہ زیبِ تن کئے رہتے تھے۔ ایک عام روایتی کپڑے کا کالر والا یا پھر بند کالا کوٹ پہنے رہتے تھے، عام طور پر تنگ مہریوں والا پجامہ پہنتے تھے جو ٹخنوں سے اوپر رہتا تھا۔ عام معیار کی قراقلی ٹوپی پہنے اور پاؤں میں چھوٹا سا بغیر پالش کے چمڑے یا ربر یا پھر گرگابی جوتا اُن کی نمایاں شناخت تھی۔ تانگہ ملا تو ٹھیک، ریزگاری سے کھنکتی ہوئی جیب میں سے اُسے بھی دو ایک سکے تھما دیئے، نہیں ملا تو پیدل ہی منزل کی جانب لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے ''زینیر گنج بازار سرینگر'' چل دیئے۔

جن ایام کی میں بات کر رہا ہوں اُن دنوں دکان سے کتابیں کرایہ پر بھی ملا کرتی تھیں۔ ایک دن کے لئے کرایہ دو پیسے لیا جاتا تھا۔ میں نے جو پہلی کتاب اس دکان سے کرایہ پہ لی تھی وہ تیرتھ رام فیروزپوری کا کوئی جاسوسی ناول تھا۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد جب میں اسے واپس دینے آیا تو دُکان میں خود نور محمد بیٹھے تھے۔ انہوں نے کتاب لیتے ہوئے میرے سرتاپا پر ایک بھرپور نگاہ ڈالی اور پوچھا ''کیوں میاں! پڑھ لی کتاب؟'' میں نے کہا ''جی ہاں پڑھ لی''۔ اس پر پوچھا ''کیا پایا اس میں؟'' میں نے اپنی دانست میں داستان کا خلاصہ پیش کرنا شروع کر دیا تو انہوں نے ٹوکتے ہوئے پوچھا۔ ''نہیں صاحب زادے! تم مجھے صرف اتنا بتاؤ کہ اس کتاب کے مصنف کا مطمعِ نظر کیا ہے؟'' میں لاجواب ہو کے رہ گیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے مجھے پہلی بار کسی کتاب میں ڈوب کر مطالعہ کرنے کا احساس دلایا گیا ہو۔ جیسے درسی کتابوں کے بغیر کچھ ایسی کتابیں ہوں جن کا انسان کی زندگی سے نہایت سنجیدہ وابستگی ممکن ہو۔ یہ لمحہ بڑا قیمتی تھا، بڑا جاودانی تھا۔ کیوں کہ اسی لمحے میرے وجود کی کایا پلٹ ہوگئی۔ یہ ایک ٹرننگ پوائینٹ تھا اور ٹھیک اسی لمحے، میں نے مرحوم نور محمد کو من ہی من میں اپنا رہبر تسلیم کر لیا۔ میں نئی نئی کتابیں کرایہ پہ لیتا رہا اور وہ مجھ سے نت نئے سوالات پوچھتے رہے اور اس طرح انہوں نے مجھے غیر شعوری طور کتابوں کا ایک زبردست عاشق بنا دیا۔ اب کتابیں ہی میری ہم کلام اور واحد دوست تھیں۔ اُن کے ساتھ مختلف موضوعات پر لذت کلام کا سلسلہ چلتا رہا اور مجھے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

پر متعدد اسرار اور موز کی دنیا روشن ہوتی گئی۔ انہیں سفر سے زیادہ ٹھہراؤ میں قرار آتا تھا۔ شور شرابے سے زیادہ سرگوشیوں کے متمنی تھے۔ گھر سے زیادہ دُکان پر ہی آرام وتسکین محسوس کرتے۔ خواتین سے زیادہ مرد ہی موضوع سخن بنتے۔ مرغن غذاؤں سے زیادہ مقامی سادہ روٹی اور قہوے (جس میں شونٹھ اور زیادہ چینی ہوتی) کے شوقین۔ یوں دیکھیں تو ظاہری طور پر اُن کے خدو خال میں بھی کوئی غیر معمولی تیکھا پن نہیں تھا۔ بجز اس کے کہ اُن کا رنگ گورا اور آنکھیں نیلی تھیں۔ اُن کے گورے پن سے میں کبھی مرعوب یا مغلوب نہیں ہوسکا۔ ہاں اُن کی آنکھوں میں مجھے ادراک کی ہزاروں چنگاریاں نظر آتی تھیں۔ تب تو نور محمد بقید حیات تھے، جب میں اس نتیجے پر پہنچ گیا تھا کہ غیر معمولی طور چمکتی ہوئی نیلی آنکھوں سے پھوٹتی ان چنگاریوں کی بہار کا نام ہی نور محمد ہے۔ یہ چنگاریاں ہی دراصل اُن کی بے قرار روح اور بے پناہ فہم وفراست کی ترجمان تھیں۔

میں نے پہلی بار نور محمد کو اس زمانے میں دیکھا تھا جب میں نویں جماعت میں زیرِ تعلیم تھا۔ یہ ۱۹۴۰ء کی بات ہے۔ جاڑے کے ایام تھے۔ نور محمد کی نیلی آنکھوں میں لہراتی ہوئی چنگاریوں کی بہار نے پہلی ہی ملاقات میں میرے نا آشنا ڈھانچے پہ سحر کر دیا، اس میں آگ لگا دی اور میرے دل کے آئینہ خانے کو جیسے جگمگا دیا۔ نور محمد کی کتابوں کی دکان بڈشاہ ڈمٹ (گنبد) کے اُس پار آج بھی اپنی جگہ موجود ہے۔ غالباً دکان پہ بورڈ بھی وہی ہے جس پر جلی حروف میں خوش خط لکھا ہوا ہے۔ ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب''۔

نور محمد کے ساتھ ادبی محفلوں میں مجھے ان کی بے پناہ فہم وفراست کا احساس ہونے لگا اور آج جب میں اپنے ماضی میں جھانک کر گزرے ہوئے ایام کا جائزہ لیتا ہوں تو میرا یہ یقین اور پختہ ہونے لگتا ہے کہ نور محمد کی شخصیت کا سب سے انمول اور دل آویز پہلو تھا اُن کی یہ عقل ودانش تھی اور میری دانست میں اُن کے وجود اور اُن کی کارکردگی کے دیگر سارے نمایاں خدو خال کا سرچشمہ بھی اِن کا یہی فہم وادراک تھا۔

نور محمد جدید کشمیر میں نشاۃ الثانیہ کے ایک اہم ترجمان تھے۔ جس طرح یورپ میں اس

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تحریک کے تحت ہر چیز پہ ایک نئے انداز سے نِگاہ ڈالی جاتی تھی۔ ہر شکے کو شک وشبہات سے دیکھا جاتا تھا۔ اسی طرح مرحوم نور محمد کا مزاج بھی فطری طور ہر چیز کی حقیقت جاننے پر کھنے کا مشتاق تھا اور اپنے مزاج کی اِسی افتاد کی وجہ سے انہیں کسی جگہ بھی قرار نہیں آتا تھا۔ ذہنی طور ان کی حالت کم وبیش ایسی ہی تھی جیسی کہ مرزا غالب نے اس شعر میں بیان کی ہے۔

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک راہ رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

نور محمد سے شرفِ تلمذ سے پہلے میں ایک عام کشمیری لڑکا تھا جس کے ذہن کی دنیا موجِ بلا کے تھپیڑوں سے قطعی نا آشنا تھی مگر اُن سے ملنے کے بعد میرے ہوش وخرد جس زبردست طغیانی میں مستغرق ہوگئے ان کی گرہیں کھولنے اور ان میں ڈوبنے اُبھرنے کا عمل آج تک جاری ہے۔

مجھے مرحوم نور محمد کے ساتھ کم از کم پندرہ برس کی رفاقت کی سعادت نصیب رہی۔ قربتیں اتنی بڑھیں کہ کبھی کبھار ہی ایسا کوئی دن آتا تھا جب مجھے لطف صحبت حاصل نہ ہوتا۔ پہلے پہل تو میں ہی ان سے ملنے کے لئے بے قرار رہتا تھا لیکن بعد میں یہ آگ دونوں طرف لگ گئی اور پھر انہیں بھی میرے بغیر چین نہیں آتا تھا۔ اگر کبھی اتفاق سے دو ایک دن تک نہیں مل پاتے تو وہ دکان کو چھوڑ چھاڑ کر میرے گھر تک آجاتے اور مجھے ڈھونڈنے کے بعد خود اپنے ہمراہ لے جاتے۔ مہاراج گنج کی دکان کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ کھلا رہتا جس کے کاونٹر کے ایک گوشے میں معمولی سے گدّی پر خود مرحوم نور محمد کتابیں، کاغذ، قلم وغیرہ بیچتے اور اُن کی غیر حاضری میں مرحوم کے برادر حسہ لالہ کاروبار سنبھالتے۔ جوں ہی میں پہنچ جاتا تھا تو نور محمد کا کاروباری ہمزاد عنقا ہوجاتا اور اُن کے اندرون سے دانشور نور محمد نکل کر بے ساختہ طور بڑے لطف، بڑی محنت اور بڑے پتے کی باتیں کرنے لگتا۔ بات کہیں سے شروع ہوجاتی۔ اظہارِ خیال کا سلسلہ چل نکلتا اور مختلف قسم کی آرامیں ٹکراو کی نوبت آجاتی تو نور محمد اپنی مخصوص جگہ حسہ لالہ کے لئے خالی چھوڑ کر دُکان کے اُس حصے میں چلے آتے جو باہر سے بند رہتا تھا اور پھر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میرے ساتھ سیاسی، ادبی، سماجی حتیٰ کہ گھریلو اور نہایت نجی معاملات پر بھی اظہارِ خیال کرتے۔ اگر سچی بات تلخ محسوس نہ ہو تو مجھے اس امر کا بھی اعتراف ہے کہ نور محمد کا اس طرح دکان چھوڑ کر بحث ومباحثوں میں اُلجھنا سہ لالہ کو پسند نہیں تھا اور میں کبھی کبھی اُن کے ماتھے پر شکن دیکھ کر ڈر جاتا تھا۔

ایک روز میں پلیڈیم سینما میں آخری شو دیکھنے گیا تھا۔ واپسی پر ٹانگہ نہ ملنے کی وجہ سے میں زینہ کدل بہت دیر سے پہنچا۔ اکثر دکاندار اپنی دکانیں بند کر چکے تھے۔ رات کے سناٹے میں جب نور محمد کی دکان کے سامنے پہنچا تو میرے دل میں نامعلوم وسوسے پیدا ہونے لگے۔ غالباً کوئی چور نور محمد کی دکان لوٹنے کی ٹوہ میں ہے۔ نزدیک جانے پر معلوم ہوا کہ یہ خود نور محمد ہیں جو دکان کا آخری تختہ بند کرنے سے پہلے کچھ آیات پڑھ رہے ہیں اور ہر آیت کے بعد دکان کے اندر اور باہر کسی روایتی مولوی کی طرح دم کر رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ میں ششدر رہ گیا۔ دن کے اُجالے میں جو نور محمد مذہبی اعتقادات اور مختلف قسم ک فلسفیانہ نکتوں اور باریکیوں اور سیاسی نظریات کو تشکیک اور تنقید کی کسوٹی پر پرکھتے نہیں تھکتا تھا وہی رات کے وقت اپنی دکان کو وظائف پڑھ کر دم کیا کرتا تھا۔ آخر ایک دن میں اُن سے پوچھ ہی بیٹھا کہ حضرت یہ دوہرے معیار کا کیا مطلب؟ انہوں نے پہلے تو مجھے ٹالا پھر توقف کے بعد کہنے لگے کہ حسرت موہانی اشتراکی فلسفہ کے قائل تھے۔ مگر نماز پنجگانہ ادا کرتے تھے۔ جب ان سے اس بارے میں ستفسار کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد اگر پھر سے زندہ ہونا ہو تو کوئی حساب نہیں لیا جائے گا اور نہ اس بات پر افسوس ہوگا کہ خواہ مخواہ نماز کیوں پڑھی تھی۔ لیکن اس کے برعکس روزِ حساب دفترِ عمل پیش ہوا تو یہ ایک قابلِ زکر عمل نجات کا ایک بڑا ذریعہ ہوگا۔ مجھے اُن کے اس جواز میں ایک ناخوشگوار تضاد سا محسوس ہوا۔ لیکن آج تقریباً پینتیس برس گزرنے کے بعد جب میں اس صورت حال پر غور وفکر کرتا ہوں تو میرے دل میں مرحوم کے تئیں احترام بڑھتا ہے کیونکہ آج مجھے ان باتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، جن کی بازیافت اپس زمانے میں نہیں ہوسکتی تھی۔ یعنی یہ دوہراپن کسی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

مکاری یا کسی نفاق کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ یہ اُس ذہنی اور جذباتی ایمان داری کا ترجمان ہے۔

نور محمد ایک نادرِ روزگار شخصیت کے مالک تھے جو بات ذرا جوش اور اعتماد سے کہی جاتی اُسے وہ اپنی منطق اور دلائل و براہین سے بکھیر کرے اثر کر دیتے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان کی اِس عادت سے آشنا ہو گیا۔ چنانچہ جب کبھی میرا دل کسی موضوع کے حق میں اُن کی زوردار بحث سننے کو کرتا تو میں اُس موضوع کے خلاف بولتا اور اس طرح اُن کی گرم گفتاری سے محظوظ ہوتا اور اُن کی دانشوری سے فیض اٹھاتا۔

نور محمد سارے شہر میں بیدار مغز اور باخبر تسلیم کئے جاتے تھے اور اُن کی دکان ایک اہم تجارتی مرکز کے علاوہ فیض و عرفان کا ایک سرچشمہ تصور کیا جاتا جہاں تشنہ لب اطراف و اکناف سے آکر جمع ہوتے تھے۔ جہاں رند اور زاہد کی ایک دوسرے سے مڑ بھیڑ ہو جایا کرتی تھی، جہاں سیاست دان، ادیب، شاعر اور سازندے تک ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے جہاں طالبِ علم اور عالم کو یک جا ہونے کا موقع ملتا۔

غلام احمد مہجور، عبدالاحد آزاد، صمد میر، عبدالاحد زرگر، حفیظ جالندھیر، عبدالمجید سالک، مولوی عبداللہ شوپیانی، پریم ناتھ بزاز، فیض پراچا، چودھری غلام عباس، اللہ رکھا ساغر، عبداللہ دلال، محمد یوسف قریشی، غلام احمد کشفی، غلام رسول نازکی اور تنہا انصاری جیسے بزرگوں اور حقیقت کا عرفان رکھنے والی شخصیات سے متعارف ہونے کا شرف مجھے اسی دکان سے حاصل ہوا ہے۔

نور محمد نے طرح طرح کے شوق پال رکھے تھے اور جیسے میں پہلے تحریر کر چکا ہوں ان سب کا سرچشمہ اُن کی پیاسی اور بے قرار روح تھی۔ وہ ادب کے بھی پرستار تھے اور سیاسیات کے مطالعہ کے رسیا بھی۔ جنگ چھڑ جاتی تو وہ تمام اٹلس انہماک سے دیکھتے اور کوئی بھی ریڈیو نیوز بلٹن سنے بغیر انہیں نیند نہیں آتی تھی۔ جو بھی اخبار انہیں معیاری لگتا اُس کا مسلسل مطالعہ کرتے، جس کسی کتاب کی تعریف کے چرچے سنتے اُسے پڑھے بغیر چین نہیں آتا تھا۔ قرآنِ مجید کا بیشتر حصہ جستہ جستہ انہیں یاد تھا۔ کلاسیکل فارسی سے پوری آگہی تھی۔ ان کے بارے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

میں یہاں تک کہا جاسکتا ہے کہ الفاظ شناسی کے فنِ ماہر تھے۔ دراصل یہ سب کچھ عرفان اور آ گہی کی اُس بے پناہ پیاس کا نتیجہ تھا جس نے نور محمد کو کتابوں کے کاروبار سے وابستہ کردیا تھا اور اُنہیں کشمیر کا نول کشور ہی نہیں بلکہ کشمیری زبان کا ایک اہم نگہبان اور کشمیری ادب کا ایک ممتاز ترجمان بنایا تھا۔ اس امر سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ اگر نور محمد کشمیری ادب کی طباعت کے ساتھ منسلک نہ ہوتے تو اُس صورت میں کشمیری زبان کا بیشتر ادبی سرمایہ ضائع ہوجاتا اور آج جو کچھ بھی ہمارے پاس موجود ہے، وہ اس طرح شہروں اور دیہات کے اطراف واکناد میں پہنچ کر مقبول نہیں ہوا ہوتا۔ اشاعت، ترغیب اور پھیلاؤ کے جو فرائض آج کل ریڈیو، اکیڈیمی، کشمیر یونیورسٹی، اخبار ورسائل وغیرہ مجموعی طور انجام دے رہے ہیں، نور محمد کا ایک اکیلا ادارہ اُن دنوں اس سے کہیں زیادہ سرگرم عمل تھا۔

نور محمد نے ضابطوں کے تحت کوئی خاص تعلیم حاصل نہیں کی تھی مگر خداداد صلاحیتوں اور شعوری بالیدگی کے طفیل وہ عظیم نکتہ دل کا روپ دھارن کر چکے تھے۔ مولانا آزاد کے ''الہلال'' اور علامہ مشرقی کے تذکروں کا اسلوب اور ان کی تشریح دل آویز انداز میں بیان کرتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ جدید کشمیر کے ان ابتدائی دانشوروں میں سے ایک ممتاز دانشور تھے جو نیاز فتح پوری کے قائل اور حافظ شیرازی کے معتقد بھی تھے اور علامہ اقبال پر بھی دیوانہ دار فدا تھے۔ عبدالاحد آزاد کی جدت پسندی کے رازداں بھی تھے اور مہجور کے اشعار کی نزاکتوں کو سراہنے کا انداز بھی معلوم تھا۔ ایک طرف ظفر علی خان اور جوش کے فکروفن میں امتیاز کیا کرتے تھے تو دوسری طرف مجھ جیسے نو آموز کو بھی اشعار کے اسرار و رموز سے مستفیض کرتے تھے۔ جنہیں مختلف مذاہب و عقائد سے کماحقہ واقفیت تھی اور جو اصحاب کہف اور باغ فدک کے فروعی مسائل اور ان کے پس منظر سے بہرہ ور تھے جو کشمیر کی جدید اور قدیم تاریخ کے ایک بیش بہا بحر ذخار تھے اور جنہیں ایک ماہر جغرافیات کی طرح متعدد ممالک کے پہاڑوں اور میدانی علاقوں کی پوری علمیت تھی۔

نور محمد کی آگہی کو میرے علاوہ بھی ان گنت لوگوں نے دیکھا اور پرکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ان کے گلے میں جو سوز بھر دیا تھا، آواز کے اُس لپکتے ہوئے شعلے سے کم ہی لوگ واقف رہے ہوں گے۔ متعدد بار ایسا بھی ہوا کہ دکان چھوڑ کر نور محمد مجھے اپنے ہمراہ سیر سپاٹے پہ لے جاتے۔ ہماری کوئی متعین منزل نہیں ہوتی۔ کبھی ڈل کی مچلتی لہروں پر شکارے میں سیر ہوتی۔ کبھی ٹانگے پہ سکوت دامنِ کہسار میں واقع چشمہ شاہی کی تنہائیوں میں۔ کبھی کبھی تو چھتہ بل میں جہلم کے کنارے پر ہی لا کر بٹھا دیتے اور حافظ شیرازی کے اشعار گنگناتے رہتے۔ کبھی لال منڈی کے دور افتادہ باغ میں خواجہ حبیب اللہ نوشہری کا کلام گاتے۔ لال منڈی کے اسی باغ میں ایک دن نور محمد پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور وہ گرد و پیش سے بے نیاز ہو کر ایران کی ایک مشہور شاعرہ طاہرہ کی ایک وجد آفرین اور والہانہ غزل نہایت ترنم اور اونچی آواز میں گانے لگے۔

بُشریٰ ہلہ، بُشریٰ ہلہ، بُشریٰ ہلہ، بُشری

غالباً باغ میں صرف ہم دو موجود تھے مجھے محسوس ہوا کہ نور محمد جیسے خود ایک عظیم شاعر تھے جس کو غیب سے اُس وقت یہ مصرعہ الہام کی صورت میں عطا ہو رہا تھا۔ اپنے ماضی کو جاننا اور اپنی عظیم المرتبت شخصیات کی تعظیم کرنا زندہ قوموں کا دستور رہا ہے۔ نور محمد نے اپنی انتھک کاوشوں اور سمجھ بوجھ سے ایک بڑے کاروباری گھرانے کی بنیاد رکھی ہے۔ اس خاندان کے جو چشم و چراغ آج نور محمد کا نام لے کر فخر محسوس کرتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ خدا سے توفیق کی التجا کریں اور مل جل کر کئی ایسی یادگاریں قائم کریں جن سے نور محمد کا نام بھی ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے اور مجموعہ طور کشمیری قوم بھی فخر کر سکے۔ چونکہ نور محمد بنیادی طور ایک دانشور تھے اور کشمیری زبان و ادب کے ایک عالی مرتبہ مداح بھی رہے لہٰذا بہتر رہتا اگر شروعات کے طور پر کشمیر یونیورسٹی میں ''نور محمد گولڈ میڈل'' نام کا ایک یادگار میڈل قائم کیا جائے جو ہر سال کشمیری زبان و ادب میں فسٹ ڈویژن اور فسٹ پوزیشن حاصل کر کے ایم۔ اے پاس کرنے والے طالب علم کو یونیورسٹی کی طرف سے عطا کیا جائے۔ یہ ریاست کے ایک باوقار ادارہ میں مرحوم کی یاد زندہ و تابندہ رکھنے کا ایک باوقار ذریعہ ثابت ہوگا۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# کشمیری ادب کا ایوانِ نور

(غلام محمد نور محمد تاجرانِ کت)

ہندی زان میں کتب چھاپنے کے لئے ایک بہت عمدہ اور مفہوم پرور ترکیب کا چلن ہے، پستک یا کتاب کو پرکاشت کرنا یعنی اس کو اندھیرے سے روشنی میں لانا۔ اگر چہ اردو میں اس دوات کو جس میں قلم ڈبو کر اُس کی عطر سے لکھا جاتا ہے، اُس کو بھی روشنائی کہا جاتا ہے لیکن پرکاشت کی روشنی کا جواب نہیں لیکن اردو میں بھی شاعر کی کلیات کو بیاض کہتے ہیں، جس کا مطلب اُجلا، سفید چمک دمک والا ہوتا ہے۔ خود اردو میں ایک صدی سے پہلے جو ترقی پسند تحریک شروع ہوئی، اس کے ایک بڑے بانی سید سجاد ظہیر کی ایک بڑی کتاب بھی ''روشنائی'' کے نام سے موجود ہے۔

واقعی کتاب افکار اور اذکار کو اندھیرے سے نکال کر اس طرح روشن کرتی ہے کہ پھر اس کی لَو کو بجھایا نہیں جاسکتا۔ کوئی چھپانے اور بجھانے کی کوشش بھی کرے، وہ کسی نہ کسی روزن سے اپنی تابانی دِکھاتی رہتی ہے۔ ظفر علی کے بقول۔

پھونکوں سے یہ چراغ جھایا نہ جائے گا

کشمیری زبان کے بارے میں یہ اور بھی زیادہ درست ہے۔ یہ قدیم زبان جس کی آج سے کوئی اڑھائی ہزار سال پہلے لکھی ہوئی کتاب پاڈر کشتواڑ کے ناگ سین کی ''ملند پہنو'' کے یونانی، انگریزی، سنسکرت اور فرانسیسی ترجمے موجود ہیں لیکن کشمیریوں کی اغیار پرستی کی وجہ سے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اس کا کشمیری اصل ناپید ہے۔ اس ظلمت میں پہلا چراغ ۱۸۶۰ء کے قریب ستھو بر برشاہ کے بھاسکر راز دان نے اُس وقت جلایا جب اُس نے ہماری تہذیبی اور لسانی مادر نشان شاردا (Matriach) لل دید کے ساٹھ واکھ شاردا لپی میں شائع کئے۔ اس کے بعد مغرب سے آئے ہوئے فرنگیوں کی لمبی قطار نے کشمیری ادب کے کئی شاہکاروں کو رومن رسم الخط میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ تفصیل کی ضرورت نہیں، مگر ائرنسٹ نیو، سر رچرڈ ٹیمپل، سر آرل سٹائن، جارج گریرسن کے علاوہ ہمارے اپنے آنند کول بامزئی نے بھی ایسی کتابیں انیسویں صدی کے آواآخر اور بیسویں صدی کے اواء میں شائع کیں۔ انیسویں صدی میں عیسائی مشنری نے اپنے تبلیغی مقاصد کے لئے مقدس بائبل کا کشمیری ترجمہ بھی کرایا جو ٹیڑھا میڑھا ہی سہی، مگر کشمیریوں کے قریب تھا۔ اس کے علاوہ خود کشمیری ادیبوں اور ترجمہ کاروں نے بھی اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔ مثلاً بڈگام کے کربلائی علی محمد عرف علی بخش نے ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۲ء) میں ''معراج صلاح منہاج فلاح'' کشمیری زبان میں ترجمہ کر کے چھاپی، جسے مطبع مفیدِ عام لاہور نے شائع کیا اور جو چھپ کر ہمارے سامنے ہے۔ یہ سب کچھ ہیں غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب کے نمودار ہونے سے پہلے کی کچھ ہلکی پھلکی کرنیں ہیں۔

لیکن یہ کسی بچے کی اُس ابتدائی اُچھل کود کے مثل ہے جو وہ چار زانو چلتے ہوئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش میں کرتا ہے اور وہ بھی ایک اوزار کو استعمال کرتے ہوئے جسے کشمیری میں ''وتنہ گر'' اور اردو میں ''گڈ ننا'' کہتے ہیں۔ لیکن جب ۱۹۲۰ء کے آس پاس سری نگر کے مہاراج گنج بازار کے پاس اور شہیری سلاطین کے مزارات اور مشہورِ عالم ڈومٹھ کے عقب میں غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب نے اپنی چھوٹی سی دکان کھولی تو گویا کشمیری ادب کی دنیا میں روشنی کا آفتاب برسرِ بام آگیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چھ سات سو سال کے گہنائے ہوئے اور بڑی حد تک گمشدہ ادب کے زر پارے چمک دمک دِکھانے لگے۔ کشمیری کی سٹیڈیم نماواری کے اطراف واکناف سے بھولے بھالے مگر ادبی نشے میں مست متوالے اس دکان میں اپنے قلمی نسخے لے کر کودتے پھاندتے پہنچنے لگے۔ انہیں نہ کسی روپے کی طلب تھی نہ کسی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اکرام کی۔ بس تخلیق کار کی وہ پیاس انہیں تڑپا رہی تھی جو اپنے کلام کو اپنی قاری تک پہنچانے کے لئے پھڑک دھڑک رہی تھی۔ ان کا کلام دھڑا دھڑ چھپنے لگا اور ہاتھوں ہاتھ بکنے چکنے لگا۔ تاجرانِ کتب کو اس سے کیا معاملہ تھا وہ الگ بات ہے، لکن دکان کی دھوم مچ گئی۔ سارے کشمیر میں اس کا چرچا ہونے لگا، چالیس پچاس سال تک وہ بھی لاہور کے چھاپہ خانوں میں اپنی کتابیں چھپوتے رہے۔ مثلاً میرے سامنے جو کتاب ہے اُس کا نام ''اکبر نامہ'' ہے جو ملا حمید اللہ شاہ آبادی کی فارسی میں لکھی ہوئی کتاب کا ترجمہ ہے جسے پیرزادہ محمد سعید ساکنہ سورس یار چاڈورہ نے کشمیری لباس پہنایا ہے اور کوہِ نور پریس دہلی سے چھاپا۔ افسوس کہ تاجران حضرات کی کتابوں پر نہ قیمت درج ہوتی تھی اور نہ سالِ اشاعت، تاجرانِ کتب کشمیری کے علاوہ فارسی، عربی، انگریزی بلکہ ہندی میں بھی کتابیں چھاپتے رہے اور اس میں موضوعات، لسانیات، کیفیات کی کوئی تمیز تفریق نہ ہوتی تھی۔ بڑے غلام محمد صاحب کشمیری دستار پہنتے اور ریش سے آراستہ تھے اور چھوٹے مگر اصل کماؤ نور محمد کلین شیوو۔ اس وقت کشمیر میں ادیبوں، عالموں، خوشنویسوں اور سخن دانوں کا کوئی باضابطہ سنگم نہیں تھا۔ معاملہ برِصغیر کی تقسیم سے پہلے کا ہے جب پنجاب اور خاص طور لاہور کے ادیب، شاعر اور دوسرے سخنور گرمی کے کچھ مہینے سری نگر میں گزارنے کے لئے آتے رہتے تھے۔ یہ دکان اُن کی کشش اور ملاقات کی آماجگاہ بننے لگی۔ فیض پراچہ، علم الدین سالک، حفیظ جالندھری، محمد الدین تاثیر، محمد دین فوق، غلام رسول مہر، عبدالمجید سالک، صوفی تبسم، تلوک چند محروم اور ایسے ہی بہت سے دانشور اور سخنور یہاں ملتے رہے اور بحث ومباحث میں الجھتے رہے۔ پروفیسر رحمٰن راہی اُن دِنوں اس دکان کے متصل وازہ پورہ میں بود و باش کرتے تھے۔ اُن کا راقم سے کہنا ہے کہ خود نور محمد صاحب ایک شائستہ ادبی ذوق کے مالک تھے اور انہیں فارسی، عربی اردو اور کشمیری کی غزلیات اور مثنویات تک از بر تھیں اور کبھی کبھی لے میں آ کر اونچی لحن میں ان اشعار کی تانیں بلند کرتے رہتے تھے۔ راہی صاحب کا کہنا ہے کہ اُن کو شعر وادب کے پہلے پہلے پیالے نور محدم صاحب نے ہی نوش کرائے اور اُن کی صحبت میں ہی راہی صاحب کے وجود میں خیمہ زن ادیب اور

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

شاعر جاگ اُٹھا اور گنگنانے لگا۔

نور محمد صاحب نے بعد میں نہار لچہ رنبیر گنج بازار سے امیرا کدل کے کوکر بازار کی طرف رُخ کیا اور اس کے قرب و جوار میں اپنی دکان کے ساتھ اپنا ''نور محمدی پریس'' بھی قائم کیا۔ راقم الحروف کی ملاقات اُن سے وہیں پر ہوئی تھی۔ وہ ایک بڑے زیرک تاجر تھے لیکن اُن کے مزاج کی سادگی اور انکساری توجہ طلب تھی۔ وہ فرصت کے اوقات میں (جو اُن کو بہت کم نصیب ہوتے تھے) ادبی معاملات پر باتیں کرتے تو اُن کی وسعتِ معلومات کے ساتھ اُن کے ذاتی تدبر کا بھی اندازہ ہوتا تھا۔

انہوں نے ہمارے ادب کے شاہسواروں احد زرگر، کرشن جوراز دان، غلام محمد حنفی، عبدالاحد آزاد، پریم ناتھ بزاز، پریم ناتھ پردیسی، غلام احمد مہجور وغیرہ کے ساتھ شانہ بشانہ کام کیا تھا اور اُن کی انسانی شہہ زوریوں اور کمزوریوں دونوں سے واقف تھے اور کبھی کبھی مزے لے کر اُن کے قصے کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ البتہ وہ شاعروں اور ادیبوں کے بڑے قدردان تھے اور اُن کو کھلانے پلانے میں بھی پیش پیش رہتے تھے۔ وہ ایک لمبی سی شیروانی پہنتے اور سر پر ایک کوتاہ قیمت قراقلی نما ٹوپی پہنتے اور عموماً دوپہر کا کھانا کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔

نور محمد کو کشمیری ادب کا منشی نول کشور کہا جاتا ہے۔ نول کشور نے واقعی اُس وقت کے صوبہ جات اودھ و آگرہ میں اردو ادب کی بڑی خدمت کی اور سینکڑوں اردو کتابوں کو شائع کر کے اُس وقت ہندوستان کی سب سے بڑی اور چہیتی زبان اردو کو مالا مال کر دیا۔ لیکن یہ بات بھی فراموش نہیں کی جاسکتی کہ وہ زیادہ اردو کے دبستانِ لکھنو اور الٰہ اباد کے اصل نقیب و نمائندے تھے جو اس وقت یقینی طور اردو کا سب سے بڑا دبستان تھا، لیکن اُس وقت اِس سے قدرے کوتاہ دبستان اِدھر اُدھر سارے ہندوستان میں پھیلے ہوئے تھے اور اردو کے خیابان کی الگ الگ کیاریوں کو سینچ کر اُن میں طرح طرح کے گل بوتے اور چمن سنوار رہے تھے۔ مثلاً لاہور جہاں انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے کچھ سب سے بڑے سخنور اپنی طاقتِ لسانی اور زورِ قلم سے بنے گلشن سجا رہے تھے۔ یہی حال حیدر آباد کا بھی تھا، جہاں اردو ادب کی تاریخ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ان مکاتیب سے بھی قدیم تھی اور جسے آصف جاہی پادشاہوں کی سرپرستی سیراب کر کے واقعی ایک گلستانِ سخن کی صورت میں اُبھار رہی تھی۔ اسی طرح بمبئی اس بارے میں پیچھے نہیں تھا۔ میرے پاس اس وقت "دیوانِ بیدل" کا ایک چھاپی نسخہ ہے جو ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء چھپا ہے اور اسے "مطبع حسینی بمبئی" نے شائع کیا ہے۔

کشمیر میں صرف غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب یہ شاندار کارنامہ انجام دے رہے تھے۔ اگرچہ اُن کے بعد علی محمد اینڈ سنز، عثمان بک ڈیپو اور گلشن پبلشرز نے اس سلسلے میں بہت عمدہ کام کیا۔ لیکن وہ تو ذرا بعد کی بات ہے۔ نور محمد صاحب کی نگرانی میں کشمیری زبان وادب کی اقلیم نے کتنے پر پُرزے نکالے، اُس کے لئے راقم کی عبارت آرائی سے زیادہ اُن کی اشاعتی پُرفشانیوں کا ایک مختصر سا خلاصہ پیش کرنے سے اُن کی خدمات کی گہرائی اور گیرائی کا بہتر نقشہ صورت پذیر ہوگا۔ ذرا ملاحظہ فرمانے کی زحمت فرمائیں۔

## ......سیرت ونعت

شمائل شریف نبویؐ: از عبدالاحد نادمؔ، گلشنِ نعت، گلبنِ نعت، گلدستہ نعت (تین جلدیں) گلزار نعت (چار جلدیں) حدیقۂ نعت (پانچ جلدیں) اعجازِ غریبہ (مجموعہ معجزاتِ آنحضرتؐ)، گلزارِ مدینہ در عشقِ نبیؐ، معجزۂ یمن، معراج نامہ: از محمود گامی۔ معراج نامہ: از شمس فقیر، وہاب کھار، معراج نامہ کلاں: از بدرالدین، وفات نامۂ آں حضرت کلاں، شمائلِ شریف: از حیدر بابا، قصص الانبیاء (کلاں) حجتہ الاسلام بطرزِ سوال و جواب۔ دعائے صبح، درود حضورؐ، جنگ نامہ آنحضرتؐ، مغازالنبی کلاں: از نامی کشمیری۔

## ......ذکرِ اولیاء ودیگر اسلامی کتب

گلدستہ انوار مناقبِ اولیاء، گلدستہ منقبت، مناقبِ اولیاء حصہ دوم، کراماتِ غوثیہؒ، کراماتِ شہنشاہِ بغدادؒ، کراماتِ محبوب العالمؒ، کأشر سلطانی (تین جلدیں)، اوحال الاخرتؒ، کأشر دین الحق عقاید، اسرار شریعت، کأشر ضروریات دین، کأشر مسئلہ کتاب۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## ....... قصص اور کہانی

قصہٗ اصحابِ کہف، قصہٗ سلطان ابراہیم ادھم، یوسف زلیخا کلاں مسکین، یوسف زلیخا خورد محمود گامی، قصہٗ حضرت ایوب صابرؑ، قصہٗ تمیم انصاری، قصہٗ کلیلہ و دمنہ، انوارِ سہیلی (کشمیری)، قصہ ہارون الرشید، قصہ عورت ڈلہ ودشنان، قصہ بہرام گور، ہشت بہشت کاشر، قصہ زہرہ بہرام وحسن بانو، قصہ گل اندام، سلطان محمود غزنوی، قصہ شیخ صنعان، قسہ شیخ منصور، پہلی کور، قصہ گربہ وموش، قصہ حاتم طائی (سات جلدیں)، فرخ فال گلزارِ حقیقت، قصہ گل و صنوبر (کشمیری)، بدرِ منیر، گلدستہ بےنظیر، چندر بدن، چراغِ محفل، کاشر الف لیلیٰ مکمل، کاشر مہرو ماہ یعنی زون آفتابہ، قصہ زین العرب، باغ و بہار کامل، قسہ ملکہ سبا، ممتاز بےنظیر (شش جلدیں) وغیرہ۔

## ....... طنز ومزاح

گریس نامہ از مقبول شاہ کرالہ واری، پیر نامہ از مقبول شاہ کرالہ واری، مکرزن از الیاس بابا، ملہ نامہ از مقبول شاہ کرالہ واری، اسن تہ گندن، قسہ الہ شہر، بیربل نامہ کشمیری، مقدم نامہ بہ جواب گریست نامہ۔

## ....... جنگ نامے

جنگِ بدر، جنگِ احد وخندق، جنگِ خیبر، سامنامہ، جنگِ خاور، جنگِ رُستم، شاہ نامہ (دس جلدیں)، جنگِ زیتون، جنگِ امیر حمزہ، (پندرہ جلدیں) سیف الملوک بزبانِ کشمیری، جنگ حضرت علیؓ کلاں، جنگ نامہ کربلا، جنگ مختار (آٹھ جلدیں) وغیرہ

## ....... موسیقی

موسیقی کشمیری از حافظ احمد اللہ (اٹھائیس جلدیں) لولہ باغ، بہارِ گلشنِ کشمیر (دس جلدیں) ساز وسنطور۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

## ……تراجم

قرآنِ مجید مترجم کشمیری جلی قلم، گلستان بوستان (از سعدی شیرازیؒ) ترجمہ کشمیری، پنج گنج فارسی، بڈ مسئلہ کتاب کشمیری، معراج نامہ مصطفیٰ (کشمیری) لیلیٰ مجنون از محمود گامی، لیلیٰ مجنون از کبیر لون، لیلیٰ مجنون از محی الدین مسکین، طوطا کہانی (کشمیری)، پند نامہ عطار ترجمہ کشمیری، کأشر اکبر نامہ، کأشر رامہ اوتار، رعنا و زیبا مترجم شمس الدین حیرت کشمیری، قمر الزمان از حنفی کشمیری وغیرہ۔

## ……صوفی شعراء

بیاضِ شمس فقیر، بیاضِ رحمان ڈار، بیاضِ نعمہ صأب، بیاض احمد بٹہ واری، رموزِ عارف، غزلیاتِ محمود دوازہ وغیرہ۔

یہ مضمون بہت طولانی بن گیا ہے، اس لئے اس کو قصہ مختصر کرنا پڑے گا۔ اگر چہ اس طرح سے تاجرانِ کتب کی کارفرمائی کا اِس سے طویل تر حصہ فی الحال بستۂ خاموشی میں ڈالنا پڑے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ بعد کے علمی ادارے چاہے وہ محکمہ اطلاعات کا شعبۂ اشاعت ہو، کلچرل اکادمی ہو، یونیورسٹی کا کشمیری یا شعبہ نور رہو اسی سے کسبِ فیض کر کے اس کو بہتر بنانے میں لگے رہے۔ آخر پر یہ بات کہ تاجرانِ کتب اِن کتابوں کو اُس وقت کے غیر معیاری رسم الخط میں چھاپتے رہے اور ''چون'' کو ''چانو'' اور ''میون'' کو ''میانو'' لکھتے رہے۔ لیکن اُن کے قاری وک عادت ہوگئی تھی اور وہ اسے صحیح تلفظ سے پڑھتے تھے اور ہاں نور محمد کا کہنا تھا کہ وہ اِن کتابوں کو معمولی، کم خرچ اور زرد کاغذ پر چھاپتے تھے کہ اِس کی قیمت اُس وقت کے غریب قاری کے جیب پہ زیادہ بوجھ نہ ڈالے اور یہ جلدی کٹ پھٹ بھی جائے تاکہ پبلشر کی کمائی کا سلسلہ بھی جاری رہے۔

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# نور محمد اور کشمیری زبان

میں جب سکول سے گھر آیا، سارے افراد خانہ ! اِکٹھے عصر کے وقت چائے پی رہے تھے۔ میں کتابوں کا بستہ طاق پر رکھ کر چائے پینے بیٹھ گیا۔ چائے پی کر میری بڑی بہن نے مجھ سے کہا "چائے پی کے مہاراج گنج جا کر "غلام محمد نور محمد تاجران کتب" کی دکان سے "گلشنِ نعت" خرید کر لے آؤ" (میں نے) چائے پی لی، پیسے حاسل کئے اور "گلشنِ نعت" خرید نے مہاراج گنج کی کی طرف روانہ ہوا۔

بعد عصر کا وقت تھا، بازار مسجد کی پرانی برزے والی چھت پر بے شمار گلِ لالہ اُگے تھے جو موسمِ بہار کی کھلی ہوئی دھوپ میں نیلے آسمان کے تلے ماحول کو پُر اُمید بنا رہے تھے یہ بُرزے سے ڈھکی چھتیں ابھی بھی کہیں کہیں چمکتے ہوئے بارش کے قطروں کے ٹپکاؤ کا دلکش منظر پیش کر رہی تھیں۔ بھوری کدل پار کر کے میں گڈھ بازار پہنچا جہاں سے میں مُڑ کر مہاراج گنج سڑک پر پہنچ گیا۔ اسی جگہ ایک تنگ سڑک پر "گلشنِ نعت" خرید نے کے لئے مطلوبہ دکان تھی۔ دکان کے تجاوزی حصے پر ایک دیدہ زیب رنگیلا نوجوان ایک ادھیڑ عمر کے داڑھی والے انسان سے باتیں کر رہا تھا جو دکان کے اندر بیٹھا تھا۔ میں نے اِس داڑھی والے دکاندار سے کہا۔

مجھے "گلشنِ نعت" دیجئے۔

یہ رنگیلا نوجوان اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنا ہاتھ کونے میں رکھی ہوئی الماری کی جانب بڑھا کر اُدھر سے "گلشنِ نعت" کیا یک جلد اُٹھا کر بولا:

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

''لے لو، بیٹا''۔

مجھ سے لئے ہوئے پیسے اس بوڑھے کو دیئے اور مجھے ہنستے ہوئے بولا کہ ساری کتابیں اس دکان پر دستیاب ہیں۔ ادھر مہاراج گنج کی جانب سے ایک ٹانگہ آیا اور میں جلدی سے پیچھے کی طرف ہٹ گیا کیونکہ یہاں پر سڑک مشکل سے ایک ٹانگے کے سائز کے برابر تھی۔ مجھے اِس صفائی پسند منچلے کے حسن سلوک نے بے حد متاثر کر دیا جس کے بارے میں مجھے بعد میں پتہ چلا کہ یہی نور محمد ہے اور داڑھی والا آدمی اس کا باپ، غلام محمد ہے۔

نور محمد، بڑی بڑی مضطر نیلی آنکھیں، بڑی کھوپڑی پر سفید قراقلی ٹوپی، کلین شیو والا، خربوزے کی طرح ٹھوڑی کی جانب اُترتا ہوا گول گول چہرہ، میانہ قد، چھریرا بدن، گوری کھال، سنہرے بال، قمیض، کوٹ پتلون یا پتلون نُما پاجامہ زیبِ تن، پیروں میں خوبصورت ہلکا جوتا پہنے ہوئے۔ نور محمد، جس کے بدن پر بڑھاپے میں بھی رنگیلے پن کی شان ٹپکتی تھی۔ جس دکان سے میں نے ''گلشنِ نعت'' خریدی تھی وہ دکان سڑک کو کشادگی دینے کی غرض سے جلد ہی ہٹائی گئی۔ مگر ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' کا سائن بورڈ اسی علاقے میں کچھ دکانیں چھوڑ کر دوسری دکان پر چسپاں ہوا۔

جس وقت میں نور محمد کی دکان پر پہنچ گیا، میں کوئی یہی پانچویں چھٹی جماعت کا طالب علم رہا ہوں گا۔ اِسکول جانے والے طالب علموں کا کتابوں کی دکانوں پر آنا جانا ہی رہتا ہے۔ خاص کر اس زمانے میں جب کہ کتابوں کی دکانیں بہت ہی کم ہوا کرتی تھیں۔ اگر سیاہی ہوتی تو نرسل کے قلم کی ضرورت رہتی۔ ہولڈر کے لئے نِب کی ضرورت بھی ہوا کرتی تھی۔ کاغذ قلم بھی آئے دِن طلاب کی احتیاج رہا کرتی ہے۔ میں نے پہلے ہی اِس بات کی طرف اِشارہ کیا کہ مجھے اِن چیزوں کے علاوہ بھی ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' سے وہ کتابیں خریدنے کے لئے آنا جانا پڑتا تھا جو وہ وقتاً فوقتاً چھاپ لیتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میرا اُس کے پاس آنے جانے کا یہ عمل ایسی شناسائی میں تبدیل ہو گیا جس میں ایک بھروسہ قائم ہوا۔ اب ہمارے مابین ایسی باتیں بھی ہوا کرتیں جن کا تعلق ادب اور ادب

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

شناسی کے ساتھ بھی ہوا کرتا تھا اور جن کا واسطہ ہمارے ذاتی معاملات اور مسائل کے ساتھ بھی ہوتا تھا۔

نور محمد خود زیادہ تعلیم یافتہ نہ تھا۔ اُس نے نہ کسی کالج سے تعلیم حاصل کی تھی اور نہ کسی یونیورسٹی سے، مگر جس حصولِ مقصد کے لئے علم حاصل کیا ہے وہ اسے اپنی کمال کی ذہانت سے حاصل ہوا تھا۔ اِس بات کا قائل ہوتے ہوئے کہ تجارت نوکری کے مقابل زیادہ منافع بخش ہے، اُس نے اپنے خاندان کے نوجوانوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی طرف مائل ہونے نہ دیا۔ اُن کو تجارت ہی کی طرف راغب کیا اور وہ سارے تاجر بنے۔ اُس کو اس بات کا احساس تھا کہ تعلیم ایک انسان کے لئے ضروری ہے۔ اُسے دانشوروں، داناؤں، ادیبوں اور شاعروں کی مجلس آرائی میں بے حد لطف آتا اور اسی لگن سے کاروباری معاملات میں بھی حصہ لیتا تھا۔ اسے ہنگامے ناپسند تھے مگر اُس کے باوجود وہ ہنگاموں کا خواہشمند تھا۔ اُسے اوباش زندگی سے نفرت تھی مگر اوباش اور آوارہ گردوں کے ساتھ ہمدردی تھی۔ عصری سیاست کے رنگ میں نہ رنگ جانے کے باوجود بھی وہ اس کے ہر انداز کو بھانپتا رہتا اور اس کے شدومد کو بھی تاڑتا رہتا۔ وہ نہ تو دہریت پسند تھا اور نہ مذہب کے معاملات میں اُن کے ساتھ گھل مل جاتا جو اِسے وقتی ضرورت سمجھتے تھے۔ دہریت پسند کے ساتھ جوش میں آکر جب وہ اپنی دکان بند کرنے لگتا تو آیات پڑھ پڑھ کر قفل اور دکان کی چوبیں تختوں پر بار بار پھونکیں مارتا۔ دکان کے ارد گرد جو بھی کاغذ کے ٹکڑے ہوا کرتے اُن کو اٹھا کر نالی میں ڈبو دیتا۔ جب دکان بند کر کے وہ پاندان محلّہ کی طرف روانہ ہوتا جہاں وہ بود و باش کرتا تھا، میں ملارٹہ چوک تک اُس کا ہمراہ بن جاتا جہاں ہم ایک دوسرے سے جُدا ہوتے۔ دکان پر جس جگہ نور محمد بیٹھا کرتا وہاں اوپر کی طرف یہ اشعار چسپاں کروائے تھے۔

عُرفی نہ مندیش زغوغائے رقیباں<br>
آوازِ سگاں کم نہ کند رزقِ گدارا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ترجمہ:........

لاکھ چلائیں رقیب، عُرفی نہ کر غم
عفعفِ سگ سے نہ ہو گا رِزق گدا کم

رستے میں چلتے چلتے وہ اکثر یہ مصرعہ گنگنا کر کہتا تھا کہ بات خالی از معنی نہیں۔

"کچھ نہیں جو کچھ نہیں ہے، کچھ نہیں پر کچھ تو ہے"

دِن گزرے، ماہ و سال گزرے۔ زمانے میں بڑی بڑی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور نور محمد بھی اِن تبدیلیوں کی جکڑ میں آ گیا۔ اس کو بڑی محنت کرنا پڑی، مشقت اُسے پسند تھی۔ اب اس میں وہ دم خم نہ رہا تھا مگر ہمت، اِستقلال اور دانشمندی اُسی انداز کی تھی۔ اس احساس کے باوجود بھی کہ کاروبار میں حد سے زیادہ جُٹ کر انسان عدیم الفرصت بن جاتا ہے اُسے فرصت حاصل کر لینی چاہیئے، وہ کاروبار میں جکڑتا ہی گیا۔ حد سے زیادہ مصروفیات کی بنا پر اُسے اب یادِ ماضی کی نزاکتوں کا احساس ہوا تھا جو مہاراج گنج کی دکان کو رونق بخشتی تھی۔ مائسمہ بازار کے پریس کے اندر ایسی محفل آرائیوں کا سوال ہی نہ تھا۔ جس کاروبار کو نور محمد نے زندگی دی، وہ خود زندگی کے آخری اَیّام میں اس کا غلام بن گیا، لیکن میں جب بھی اُن سے ملتا وہ یہی کہتے کہ اب اِس سخت تگ و دو سے خود کو آزاد کر دیں گے۔ آخر کار تو وہ دِن آ ہی گیا جب نور محمد اپنی تمام معاملات سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہو گیا جن سے جیتے جی خلاصی اختیار کرنا دشوار ترین تھا۔

آج کا کشمیر پچاس سال پہلے کے کشمیر سے بالکل مختلف ہے۔ ریاست میں بالکل صرف دو کالج تھے جہاں میٹرک کے بعد ڈگری کلاسوں تک تعلیم کا انتظام تھا۔ اِن اداروں میں کشمیری طلباء کی تعداد بہت محدود ہوا کرتی تھی۔ نہ اخبار چھپتے تھے اور نہ ہی رسالہ جات۔ تھیٹر تھے اور نہ ہی اتنے سینما گھر۔ سری نگر سے اسلام اباد (اننت ناگ) تک ایک یا دو گاڑیاں روزانہ چلتی تھیں جن میں انسانوں کے ساتھ ساتھ مویشی بھی بطورِ مسافر ہوا کرتے۔ ذرائع رسل و رسائل اور پیغام رسانی کے وسائل بے حد محدود تھے۔ آمدنی اور ذرائع

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اخراجات بھی کم تھے۔ کشمیر میں چھاپ خانوں کا یہ حال تھا کہ نور محمد اکثر لاہور سے کتابیں چھپوا کر لاتا۔ کتابوں کے مسودے حاصل کرنے کی غرض سے اُسے اکثر شہر سے گاؤں آنا جانا پڑتا۔ اثر ورسوخ کا استعمال کرنا پڑتا اور گونا گوں تدبیروں سے جائز فائدہ اُٹھا کر کشمیری کلام دستیاب کرنا پڑتا۔ کبھی کبھی اسے مصنفوں اور کبھی خود اپنی مجبوریوں کا سامنا کرنا پڑتا، مگر تہہ دار فکر و دانش کا مالک، نور محمد کسی بھی مرحلے پر اٹکا ہوا دکھائی نہ دیا۔ خریداروں کی قوتِ خرید کے پیشِ نظر ہی کتابیں چھپوائیں گئیں۔ ایسی کتابیں چھپی جن کی تاریخی اہمیت بھی ہے اور جن کی بدولت کشمیری زبان پڑھنے کا شوق بیدار ہوا اور فکر و دانش کے کام آیا۔ اُس نے کشمیری پڑھنے والوں کا ایک حلقہ پیدا کیا۔ ایک رسم الخط کو وجود بخش کر اس کی حفاظت کی۔

اگر کشمیری زبان کو نور محمد سا ہمدرد نہ ملا ہوتا شاید کشمیری کا وہ سارا شعری سرمایہ موجود نہ ہوتا جو (اب) ہمارے پاس محفوظ ہے۔ زمانے کے ظالم ہاتھوں اس کا بہت سارا حصہ تلف ہوا ہوتا۔ جاڑے کے موسم میں جنگ ناموں کی گہما گہمی اور عشقیہ داستانوں سے محفلیں سجانے والوں کے لئے نور محمد گرمیوں کے دِنوں سے ہی کمر بستہ رہتے۔ عام لوگ جن میں مزدور، کسان، ہنر مند، درزی اور دیگر پیشہ ور راتوں کو داستانیں بھی سنتے اور اپنا معاشی دباؤ سے راحت پاتے۔ ایسے لوگوں کی محفلوں میں غنؔی اور غالبؔ کے بالمقابل رُسل میرؔ اور مقبولؔ حُسنِ تصور کا رنگ بھر دیتے۔ نور محمد کشمیر کے باقی تمام کتب فروشوں سے مختلف تھا۔ وہ کتاب فروش جو آج تک میری یادداشت میں ہیں اور جن سے میرا پچھلے تیس سال سے واسطہ رہا ہے، وہ محض تاجر، خشک کاروباری ہیں۔ ان کے پاس آنے والا ہر کوئی شخص گاہک ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ میں نے نور محمد کی دکان پر عبدالاحد آزادؔ کو بھی دیکھا ہے اور مرزا غلام حسن بیگ عارفؔ کو بھی۔ کتنے ہی غیر کشمیری اہلِ قلم دانشوروں کو ہم فلسفیانہ گفتگو کرتے سنا ہے جو شاعری کے حسن و قبوح کو زیرِ بحث لاتے۔ نور محمد ایسی محفلوں میں شادمانی کا مظہر دکھائی دیتے۔ اشعار کو ترنم میں پیش کرتے، کشمیری اشعار اور دیگر زبانوں کے اردو اور فارسی ہم معنی اشعار چُن چُن کے ترنم میں سناتے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

مجھے اِس قول کے ساتھ اتفاق نہیں ۔ نور محمد ایک تاجر ضرور تھا مگر اُس نے ایسی کتابیں کیوں طبع کروائیں جن کی حصولیابی سے لے کر چھپائی کے مرحلے تک اسے دشوار گزار مرحلوں سے گزرنا پڑا؟ ۔ وہ تو سٹیشنری اور باقی زبانوں کی تیار کردہ کتابیں بیچ کر بھی منافع حاصل کرتا جو اکثر کتب فروشوں کا شعار رہا ہے ۔ میں ایک اور واقعہ پیش کرتا ہوں جو "غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب" کو دیگر کتب فروشوں سے ممتاز کرتا ہے ۔ کشمیری زبان کا مقبول شاعر غلام احمد مہجور اپریل ۱۹۵۲ء میں فوت ہوا ۔ امین کامل کا کہنا ہے کہ اسی سرما میں ایک دن نور محمد امیرا کدل پر مہجور سے مزاج پرسی کر رہا تھا، عزیز ہارون، پران ناتھ جلالی اور میں قریب تھے ۔ مہجور سے جدا ہونے کے بعد نور محمد ہماری طرف مخاطب ہوا:

> "مہجور اب مہمان دکھائی دے رہا ہے ۔ اس کا کوئی حالیہ فوٹو گراف موجود نہ ہوگا ۔ فوراً اس کا فوٹو گراف کھچوالو، اِس کو مرنا ہے ۔"

امین کامل کا کہنا ہے کہ ہم نے مہجور کا فوٹو کھچوایا اور نہایت ہی کم وقت گزرنے کے بعد ہی مہجور فوت ہوا ۔

زندگی کے کچھ حسین لمحات کئی لوگوں کے سامنے سے یوں بھی گزر جاتے ہیں جن کو اگر پہچان لیا جائے تو زندگی سے متعلق ہمارے تجربے وسیع تر ہو سکتے ہیں، مگر ایسے لمحات کو پہچاننے والے بہت کم لوگ ہوتے ہیں ۔ اس کے باوجود کچھ ہی لوگ ایسے لمحات کی حس آگاہی سے بیدار ہو کر اِن لمحوں سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہیں ۔ نور محمد ایسے ہی کم لوگوں میں سے ایک تھے ۔

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# نور محمد ...... کشمیری زبان وادب کا محسن

تعلیم کے پھیلاؤ، سائنس اور ٹیکنالوجی کی کرشمہ سازی اور اقتصادی ترقی نے آرام، آسائش اور طرح طرح کی ان گنت سہولیات سے انسان کو مالا مال کردیا ہے۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی، انٹرنیٹ اور گلوبلائزیشن نے مسافتوں کو ختم کر کے انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب لایا۔ دنیا کو گلوبل ویلج (Global Village) کہا جانے لگا۔ آج سے سوڈیڑھ سو سال پہلے عام انسان کی حالت بالکل مختلف تھی، وہ ان انقلاب آفرینیوں کا جن کا تجربہ دنیا نے کیا اور جن کا سلسلہ جاری ہے، تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ علمی اور اقتصادی تبدیلیوں سے کشمیر کے حالات بھی بدل گئے۔ انیسویں صدی اور بیسویں صدی عیسویں کے آغاز میں کشمیریوں کی اکثریت ناخواندہ تھی۔ علمی، اقتصادی اور سماجی پسماندگی کے اُس دور میں رسل ورسائل کے ذرائع، تفنن طبع کے وسائل اور ہر طرح کی سہولیات کا فقدان تھا، کشمیریوں کو شخصی راج سے ملنے والی صعوبتیں برداشت کرنا پڑتی تھیں۔

سخت جان اور محنت کش کشمیریوں نے غم غلط کرنے کے لئے مقامی طریقے وجود میں لائے تھے۔ اُس زمانے میں ریڈیو، ٹی، وی، سینما، انٹرنیٹ وغیرہ کا وجود نہیں تھا۔ یہاں کے لوگ روایتی لوک موسیقی، لوک تھیٹر اور داستان سرائی سے تفنن طبع کا کام لیا کرتے تھے۔ صوفیانہ موسیقی کا چلن تھا۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر گانے بجانے کا رواج تھا۔ ریشیوں اور ساداتِ کرام کی زیارت گاہوں پر میلوں ٹھیلوں کے دوران گانے بجانے کی محفلیں سجتی تھیں۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

لوک فنکار بھانڈ پاتھر (لوک ڈرامہ) کا اہتمام کرتے تھے۔ صدیوں پرانی لوک کہانیاں سُننے سنانے کا خوب چلن تھا۔ لوگ ان سب چیزوں کو سینہ بہ سینہ ایک دوسرے تک اور نئی نسلوں تک پہنچاتے رہتے۔ گیت، لوک کہانیاں، بانڈ پاتھر، حافظوں کے نغمے اور اس طرح کی دیگر چیزوں کا دارومدار لوگوں کے حافظے پر تھا۔ داستان سراؤں اور کہانیاں راتوں کے دوران لوگ روایتی دستکاریوں کے کاموں میں مشغول ہو کر داستانیں اور کہانیاں سنتے رہتے تھے۔ لوگوں کی اکثریت ناخواندہ تھی، کتابوں کی طباعت واشاعت کا کوئی بندوبست نہیں تھا۔

رفتہ رفتہ جن لوگوں نے پڑھنا لکھنا سیکھا، وہ قلمی نسخے تحریر کرنے لگے۔ سرکاری سکولوں کی تعداد بہت کم تھی۔ چھوٹے چھوٹے مکتبوں میں مولوی صاحبان بچوں کو ابتدائی دینی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مجموعی طور پر لوگ پڑھنے لکھنے کی طرف راغب نہیں تھے، البتہ کشمیری پنڈت زمانہ قدیم سے دیگر اقوام کے مقابلے میں لکھنے پڑھنے کی طرف زیادہ متوجہ رہے ہیں۔ بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں کشمیری شعراء کے کلام کو لکھ کر محفوظ کر دینے کا رواج پھلنے پھولنے لگا۔ خود شعراء اپنا کلام لکھوانے لگے۔ موسیقار اپنی یادداشت کے بل بوتے پر شعراء کے کلام کی بیاضیں تحریر کروانے لگے۔ کاتبوں کو عزت وتوقیر کی نگاہوں سے دیکھا جانے لگا۔ مثنوی نگاری اور مثنوی خوانی کا دور شروع ہو گیا۔ مثنوی خوانوں کو دعوت دی جاتی اور گھروں میں مثنوی خوانی کی محفلیں سجائی جاتی تھیں۔ ایک مثنوی کئی راتوں کو پڑھی اور سنی جاتی تھی۔ مثنویاں سینکڑوں ہزاروں اشعار پر مشتمل ہوتی تھی۔ مثنوی نگار سے سن کر مثنویوں کو تحریر کرنا کافی مشکل اور وقت طلب کام تھا۔ شوقین لوگ کاتبوں سے مثنویوں، ریشی ناموں اور دیگر قلمی نسخوں کی نقل کرواتے۔ یہ نقل کرنے میں بعض اوقات کئی مہینے بلکہ کبھی کبھی کئی سال لگ جاتے۔ لوگ دور دور سے مثنیوں اور بیاضوں کی نقلیں منگوا لیتے۔ کاتبوں کو نقد وجنس کافی معاوضہ دیا جاتا تھا۔ اُس وقت تک کتابیں چھاپنے کا یہاں کوئی رواج نہیں تھا، مگر برصغیر میں پریس آیا تھا اور کئی شہروں میں کتابت وطباعت نہ صرف شروع ہوئی تھی بلکہ زوروں پر تھی۔

کشمیری زبان کے شعروادب کی خوش بختی تھی کہ اُسی زمانے میں سری نگر کے مہاراجہ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

رنبیر گنج بازار میں غلام محمد نام کے ایک شخص نے کتب فروشی کے لئے ایک چھوٹی دکان کھولی۔ پہلے پہل اسٹیشنری وغیرہ فروخت کرتا تھا، بعد میں کتابیں بیچنا شروع کیا۔ کتابیں لاہور، دلی اور امرتسر وغیرہ شہروں سے چھپ آتی تھیں۔ اُسی زمانے میں نور محمد تولد ہوا تھا، وہ غلام محمد کا شوخ، چنچل اور ذہین بیٹا تھا۔ اپنے خاندان کے اس چشم و چراغ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص کام کے لئے دنیا میں لایا۔ والد صاحب نے اسکول میں داخلہ دِلوایا مگر نہایت محنتی، قابل اور ذہین ہونے کے باوجود وہ والد صاحب کے انتقال کرنے کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکا۔ چھوٹی عمر میں ہی دکانداری میں معمر والد صاحب کی مدد کرتا تھا مگر والد صاحب کی وفات کے بعد دوکان کا سارا کام کاج سنبھالنا پڑا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نور محمد کی دکان ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب، مہاراجہ رنبیر گنج بازار سری نگر'' مشہور و معروف فرم بن گئی۔ اب یہاں اسٹیشنری کے تمام ایٹم، طلباء و طالبات کی ضرورت کی چیزیں، نصابی اور غیر نصابی کتابیں دستیاب رہتی تھیں۔ نور محمد ایک حساس کشمیری تھا، تجارت تو اُس کے روزگار کا وسیلہ تھا مگر کتابوں کی تجارت سے وہ کشمیر اور کشمیریوں کی خدمت بھی کرنا چاہتا تھا۔ شعر و ادب کا دلدادہ تھا۔ کشمیریوں میں کتابیں پڑھنے اور سُننے کی عادت ڈالنے کا خواہاں بھی تھا۔ کشمیری شعر و ادب کے اس عاشق تحقیق کار نے گاؤں دیہات میں تلاشِ بسیار کے بعد کشمیری شاعری کا وسیع سرمایہ اکٹھا کیا۔ اکثر کلام معمولی قیمت والے کتابچوں کی صورت میں شائع کر کے اسے نہ صرف محفوظ کیا بلکہ چھوٹے چھوٹے کتب فروشوں اور ہاکروں کے ذریعے گھر گھر پہنچایا۔ گم نام شعراء کا کلام بازیافت کر کے اُسے شائع کر دیا۔ اُس زمانے میں اور بھی کتب فروش تھے لیکن نور محمد کشمیری شعر و ادب کا واقعی عاشقِ صادق تھا۔ اُس نے تین طرح کی خدمت انجام دی۔ کشمیریوں میں پڑھنے لکھنے کا شوق پیدا کیا۔ کشمیری شعر و ادب کو گھر گھر پہنچا دیا اور شعری سرمایہ کو منظرِ عام پر لا کر محفوظ کر دیا۔ نور محمد صاحب ایک مدت تک باہر سے کتابیں چھپوا کر لاتا تھا مگر بعد میں ایک لیتھو پریس کا خود اہتمام کیا، جس کا نام ''نورِ محمدی پریس'' تھا۔ اب اُس نے چھوٹی بڑی کتابوں کی اشاعت میں سرعت لائی۔ اس طرح ''غلام

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' نام کی یہ فرم نہ صرف کتابیں بیچنے کے کام میں مصروف تھی بلکہ کتاب گھر کے علاوہ اشاعت گھر کام کام بھی دیتی تھی۔ پڑھنے والوں کے شوق کو پورا کرنے کے لئے اور پڑھنے کی عادت نہ رکھنے والوں میں پڑھنے کا شوق پیدا کرنے کے لئے اس فرم سے کتابیں کرایہ پر بھی ملتی تھیں۔ گویا یہ کتاب گھر دارالمطالعہ کا کام بھی دیتا تھا۔

شعراء کے کلام اور دیگر علمی، ادبی اور دینی نوعیت کے مسودوں کو تلاش کر کے اکٹھا کروانے سے کشمیری ادب کے محققوں، تذکرہ نگاروں اور مورخوں کو مواد دستیاب ہوتا رہا۔ ''کشمیری زبان اور شاعری'' کے مولف مشہور محقق اور ادبی مورخ عبدالاحد آزاد کو ضرور اُن مطبوعات سے فائدہ ملا ہوا ہوگا، جو نور محمد نے پڑھنے والوں تک پہنچائی تھیں۔ عبدالاحد آزاد کا سال وفات ۱۹۴۸ء ہے۔ قدرتی بات ہے کہ اُس نے کشمیری زبان اور شاعری کا مسودہ فوت ہونے سے قبل مکمل کر لیا تھا۔ آزاد کی وفات کے وقت ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' کو اشاعت وطباعت کا کام کرتے ہوئے تقریباً سنتالیس سال گزر چکے تھے۔ مرزا غلام حسن بیگ عارف کے خیال میں غلام محمد نے یہ کام ۱۹۰۰ء میں شروع کیا تھا۔[۱] پوری سرعت اور کثرت کے ساتھ نور محمد نے کتابیں چھاپنے اور چھپوانے کا کام کیا۔ نور محمد بقولِ غلام رسول کاؤسہ ۵/ مارچ ۱۹۶۵ء میں فوت ہو۔[۲] جب کہ پروفیسر غلام نبی فراق نے نور محمد کے برادرِ اصغر غلام حسن المعروف حسہ لالہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ نور محمد ۵/ نومبر ۱۹۰۵ء میں تولد ہوا تھا اور ۵/ مارچ ۱۹۶۴ء کو وفات پائی تھی۔[۳] اس کا مطلب یہ ہے کہ عبدالاحد آزاد کی وفات کے وقت نور محمد کی عمر ۴۳ سال تھی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب نور محمد پوری شدّت، سرعت اور کثرت کے ساتھ چھوٹی بڑی کتابیں چھپوا کر کشمیر کے کونے کونے تک پہچانے کے کارِ نمایاں میں مصروف تھا۔

ویسے تو کشمیری زبان میں مثنوی نگاری اٹھارہویں صدی عیسوی میں شروع ہو چکی تھی۔ میر عبداللہ بیہقی (اٹھارہویں صدی) اور محمود گامی (اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے) اہم مثنوی نگار ہیں۔ محمود گامی نے کئی ایک مثنویاں لکھی ہیں، جن کو زبردست عوامی مقبولیت حاصل

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

رہی ہے۔ انیسویں صدی کے آخر میں مثنوی نگاری کا نیا دور شروع ہو گیا جو بیسویں صدی کے اواخر تک جاری رہا۔ بیسویں صدی کے تقریباً ستر سال کشمیری میں کشمیری مثنوی نگاری اور مثنوی خوانی عروج پر رہی ہے۔ مثنویاں پڑھنے پڑھوانے اور سُننے سنانے کا تقریباً گھر گھر میں رواج تھا۔ اس زمانے میں یہ تفننِ طبع کا بہترین وسیلہ رہا ہے۔ مثنوی نگاروں کا ایک کاروان منظرِ عام پر آ گیا۔ رزمیہ، بزمیہ اور مزاحیہ مثنویاں لکھی جانے لگیں۔ سماجی اور مذہبی موضوعات پر بھی مثنویاں لکھی گئیں۔ شعراء نے اکثر مثنویوں کا فارسی، پنجابی اور اردو وغیرہ زبانوں سے ترجمہ کر کے کشمیری زبان میں مثنوی کی صنف کو مالا مال کر دیا۔ مثنوی نگاری اور مثنوی خوانی اصل میں تمدنی ضرورت کو پورا کر رہی تھی۔ یہ تمام مثنویاں نور محمد نے چھپوا کر پڑھنے والوں تک پہنچائیں۔ اس طرح نقل نویسوں کی ضرورت نہیں رہی۔ مثنویوں کا اتنا بڑا سرمایہ چھپوا کر محفوظ کرنے سے نور محمد نے کشمیری زبان پر بڑا احسان کیا ہے۔ کشمیری شعر و ادب کا جتنا سرمایہ اُس نے اکٹھا کروا کے شائع کیا تھا، اُس کا اکثر حصہ اب نایاب ہے۔ تاہم کئی محققین اور مرتبین نے نور محمد کے کام کو بنیاد بنا کر بہت سے شعراء کے مجموعہ ہائے کلام اور مثنویاں وغیرہ مرتب کر کے جدید مروجہ رسم الخط میں اُن کو شائع کیا ہے۔ اس طرح نور محمد نے کشمیری زبان کی خدمت انجام دی، جس کا اعتراف بڑے بڑے ادیبوں نے کیا ہے۔

کشمیری زبان و ادب کی ضخیم تواریخ موسوم بہ ''کاشُر زبان تہٕ ادبک تواریخ'' کے ۲۰۱۸ء کے ایڈیشن میں ناجی منور اور پروفیسر شفیع شوقؔ نے لکھا ہے:

> ''انیسویں صدی عیسوی کے آخری دور میں کشمیری کتابیں چھاپنے کا رواج ہو گیا، اس سے قبل تمام کتابیں قلمی نسخوں کی شکل میں اہلِ ذوق حضرات تک پہنچی تھیں۔ پہلے پہل یہ کتابیں لاہور کے چھاپ خانوں میں چھاپی جاتی تھیں۔ ان میں سے فیروز پرنٹنگ پریس بھی ایک تھا۔ کشمیر میں یہ تاریخی دور شروع کرنے میں ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب''

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کو اوّلیت حاصل ہے۔ انہوں نے تقریباً ساری مثنویاں اور تمام کشمیری شعراء کا کلام شائع کیا۔ انہیں کاروبار سے شغف کے مقابلے میں ادبی ذوق زیادہ تھا جس سے کشمیر کا ادبی ورثہ محفوظ ہو گیا۔''[۴۱]

شاعروں کے کلام کے علاوہ نور محمد نے کئی خاص تواریخی اور دینی کتابوں کے تراجم بھی شائع کئے فارسی اور اردو زبان کی کتابیں بھی چھپوائیں۔

نور محمد نے جس نستعلیق رسم الخط میں کشمیری کتابیں لکھوا کر شائع کروائیں، اس نے موجودہ منظور شدہ رسم الخط کے لئے بنیاد فراہم کی ہے۔ اُن کی تقریباً تمام کتابوں کی کتابت قاضی نظام الدین اور محمد حسین وفائی نے کی ہے۔ ان کتابوں میں استعمال شدہ رسم الخط کی اہمیت کے حوالے سے سید رسول پونپر نے لکھا ہے:

''کشمیر کے نول کشور مرحوم نور محمد نے ماضی قریب تک کشمیری شعراء کا کلام اسی نستعلیق رسم الخط میں جو اندازہ لگا کر پڑھا جا سکتا تھا، میں لکھوا کر اور محفوظ کر کے کشمیری ادب اور تہذیب کی بڑی خدمت کی۔ اگر ایسا نہ کیا گیا ہوتا تو لاکھوں کشمیری منظوم عشقیہ داستانیں اور جنگ نامے پڑھ کر زندگی کے جوش و جنون کو کیونکر قائم رکھ پاتے۔ یہی رسم الخط موجودہ رسم الخط کا پہلا مرحلہ تھا۔ نیا رسم الخط تیار کرنے کے لئے ۱۹۵۳ء میں اٹھارہ ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی، جن میں غلام احمد عشائی، مرزا غلام حسن بیگ عارف، پروفیسر محی الدین حاجنی، پروفیسر ایس۔ کے توشخانی، پروفیسر جیالال کول اور پروفیسر پی۔ این پشپ وغیرہ شامل تھے۔ ریاستی انتظامیہ کے سابق اعلیٰ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

عہدہ دار، دانشور، ادب نواز اور تہذیب شناس قاضی محمد امین کا کہنا ہے کہ اُن کے والد بزرگوار قاضی نظام الدین بھی اس رسم الخط کمیٹی میں شامل تھے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ اس زمانے میں مرتب کردہ کشمیری نصابی کتابوں کی کتابت بھی انہوں نے ہی کی ہوگی۔" ۵

☆☆☆

## حوالہ جات:.......


۱۔ شیرازہ (کشمیری) جلد:۱۷۔شمارہ:۳،ص:۷

۲۔ شیرازہ (کشمیری) جلد:۱۷۔شمارہ۳۔ص:۳۹

۳۔ شیرازہ (کشمیری) جلد:۱۷۔شمارہ:۳۔ص۲۴

۴۔ کاشُر زبان تہٕ ادبُک تواریخ ۲۰۱۸ء ص:۳۰۳۔۳۰۴

۵۔ کاشُر املاتہٕ امیک ارتقا ۲۰۱۰ء ص:۶۳،۶۴،۸۱


☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# نور محمد...... قلم و قرطاس کا محافظ

۱۹۵۰ء کے پانچویں عشرہ کا زمانہ یاد آتا ہے۔ میں اپنے بھائی کے ساتھ راجوری کدل کے اسلامیہ ہائی اسکول میں زیرِ تعلیم تھا۔ اُس زمانے میں اسلامیہ ہائی سکول پورے کشمیر میں ایک معتبر تعلیمی ادارہ گردانا جاتا تھا۔ یہاں یہ بات بتانی بھی لازمی بن جاتی ہے کہ اُن دنوں ہم قطب الدین پورہ عالی کدل میں سکونت پذیر تھے۔ اس وجہ سے ہمارا ندی کے اُس پار واقع مہاراج گنج سے ہوتے ہوئے اسکول پہنچنا معمول بن چکا تھا۔ مہاراج گنج کو پورے کشمیر میں ایک باوقار اور شاندار واحد تھوک بیوپار اور تجارت کے کاروباری مرکز کی حیثیت حاصل تھی اور یہاں تھوک بیوپار کرنے والوں کی کثیر دکانیں موجود تھیں۔ اس تجارتی مرکز میں ان دنوں "غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب" مہاراج گنج کے نام سے کتابوں اور سٹیشنری کی ایک نامور دکان خاصی مشہور تھی۔ اس دکان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ یہاں پر طلباء کی ضرورت کی ساری تدریسی اور غیر تدریسی چیزیں و کتابیں جن میں قلم، کاغذ، کتابیں، لاجوردی سیاہی کی ٹکیاں، جیومیٹری باکس، فارسی قلم اور پنسل کے علاوہ قرآن شریف کے الگ الگ پارے اور تعلیم و تعلم سے جڑی سبھی دیگر چیزیں ہر وقت دستیاب رہتی تھیں۔ اس کے علاوہ یہاں سے کشمیر کے تمام معروف شعراء کے کلام پر مشتمل خوبصورت چھپائی سے مزین کتابچے بھی ملتے تھے۔ جس کی وجہ سے وادیٔ کشمیر میں کشمیری موسیقی کے حوالے سے تمام کتابیں بشمول رزمیہ اور بزمیہ داستانوں کی کتابیں عام لوگوں میں کافی مقبول ہوئی تھیں۔ اس دُکان پر اکثر و بیشتر

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

دو صاحب صبح و شام موجود نظر آتے تھے اور یہ دونوں دکان کے مالک تھے جن کا لباس نہایت ہی دِلکش تھا۔ ایک صاحب اکثر بند گلا کوٹ پہنے ہوتے تھے جن کے سر پر قراقلی ٹوپی ہوا کرتی تھی۔ عجیب اتفاق تھا کہ وہ اسکول کے طلباء میں خاصے مقبول تھے۔ اُن دنوں اسکولوں میں زیرِ تعلیم بچوں کو کاپیاں بنانے کے لئے کاغذ کے کئی دستے درکار ہوا کرتے تھے اور مذکورہ صاحب بچوں میں کاغذ کا ایک دستہ جس میں چودہ تہیں ہوتی تھیں آٹھ آنے میں بیچا کرتا تھا۔ وہ کاغذ کے دستوں کی تہیں اتنی پھُرتی اور تیزی سے کاٹا کرتے تھے کہ بات دیکھنے سے بنتی تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کاغذ کے ایک دستے سے چھ کاپیاں بنتی تھیں اور ہاں یہ بات بتانا بھول ہی گیا کہ مذکورہ خوبرو شخص کو سبھی لوگ حسہ لالہ کے نام سے یاد کرتے۔ شاید یہ صاحب نور محمد صاحب کے برادرِ صغر تھے۔ میں اکثر اس صاحب کے کاغذ کی تہیں گننے کے ہُنر کو نہایت ہی انہماک سے دیکھتا رہتا تھا۔ میری نظر میں شاید ہی انہیں کبھی کاغذ کے یہ شیٹ گِننے میں کوئی بھول چوک ہوئی ہوگی۔

میں اور میرے بھائی گاہے گاہے اس دکان سے کشمیری موسیقی کی شائع شُدہ چھوٹی چھوٹی کتابیں ایک دو آنے میں خرید لیا کرتے تھے۔ نور محمد صاحب اکثر مجھے یہ کتابیں خریدتے وقت کتاب کے پہلے صفحہ پر درج گیت یا غزل پڑھنے کو کہا کرتے تھے اور میں فر فر کر کے یہ گیت یا غزل پڑھ لیا کرتے تھے۔ جس پر وہ خوش ہو کر مجھے اکثر فارسی قلم یا لاجوردی سیاہی کی ٹکیاں انعام کے طور پر دیا کرتا تھا۔ اس دکان پر اُس زمانے میں زبردست بھیڑ بھاڑ رہا کرتی تھی۔ کیونکہ اکثر لوگ اِس دکان سے تاج کمپنی لاہور کی طرف سے شائع کردہ قرآنِ شریف کے نسخے خریدتے تھے جنہیں بیٹیوں کو شادی کی تقریب پر رخصتی کے وقت ایک یادگار تحفے کے طور پر دیا کرتے تھے۔

پورے شہر میں یہ واحد دکان تھی جہاں سے لوگ اکثر کشمیر کے صوفی شعراء کے کلام کی چھوٹی چھوٹی کتابیں، رزمیہ اور بزمیہ داستانوں کی کتابیں جن میں گُلریز، گُل بکاولی، شاہ نامہِ اکہ نندُن، چہل اسرار اور دیگر تمام نوعیت کی اردو اور فارسی کتابیں خریدنے کے لئے آیا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کرتے تھے۔ دکان کا مالک نور محمد صاحب ایک نہایت ہی ذہین اور زودحس دانشور، علم دوست سخنور اور کشمیری زبان وادب کا دلدادہ اور بے مثال عاشقِ صادق تھا۔ سچ مانیں تو میری اُن سے ۱۹۵۷ء میں تب شناسائی ہوئی جب میں کشمیری زبان وادب کے ادبی حلقوں میں ایک قلمکار کی حیثیت سے متعارف ہوا۔ اُس کے بعد ہی مجھے اِس محترم و محتشم شخصیت کی عظمت کا احساس ہونے لگا جس نے شخصی راج کے دور میں بھی کشمیری زبان وادب کے شہ پاروں کو ایک ایک کر کے اس طرح محفوظ کیا کہ زمانہ رہتی دُنیا تک اُن کی اِکاوشوں کو یاد کرتا رہے گا۔ یقینی طور پر ہمیں ایسی باوقار شخصیت پر فخر ہونا چاہیے کیونکہ کشمیری زبان وادب کے اس عظیم المرتب علم شناس شخصیت نے اپنی لگن اور دانشوری کی ایک ایسی گراں قدر Legacy چھوڑی ہے جس کے فہم وفراست کے نشانات اتنے فروزاں ہوگئے کہ کشمیر کا ہر اہلِ علم اُن کا شیدائی بنتا گیا اور انہیں صدیوں تک یاد کیا جاتا رہے گا۔ اُن کی ہر دلعزیزی اگرچہ دورِ حاضر میں کم ہونے لگی ہے لیکن کشمیری زبان وادب کے دائرہ اہلِ دانش وعلم میں ان کی پہچان ہمیشہ بنی رہے گی۔

راقم کو پروفیسر فراقؔ صاحب نے بتایا ہے کہ میں اور راہیؔ صاحب اکثر نور محمد کی دُکان پر مہاراج گنج جایا کرتے تھے اور وہاں اُن کے ساتھ علمی، ادبی، سیاسی اور ثقافتی معاملات پر بحث وتمحیص کیا کرتے تھے۔ فراقؔ صاحب اکثر کہا کرتے تھے کہ نور محمد صاحب نہایت ہی صاحبِ بصیرت شخص تھے۔ اُن کے پاس اکثر گاؤں دیہات سے شعراء حضرات اپنا شاعرانہ کلام چھپوانے کے لئے آیا کرتے تھے اور نور محمد صاحب اُن سے مشفقانہ انداز میں ہم کلام ہوتے تھے اور اُن سے کتابیں چھپوانے کے لئے محض برائے نام معاوضہ وصول کرتے تھے۔ اکثر شعراء سے کتاب کے سرورق پر شاعر نامی گرامی جیسے القاب لکھنے کی صلاح دے کر انہیں ہایت ہی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ نور محمد صاحب کی دکان پر جو اہلِ علم کوئی بھی علمی، ادبی، تاریخی یا مذہبی کتابیں خریدنے کے لئے آیا کرتے تھے تو وہ انہیں کتابیں فروخت کرتے وقت کتاب کے پیپر بیک ہونے کی وجہ سے چرمی جلد یعنی (Leather binding) کروانے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کی یہ کہہ کر صلاح دیتے تھے کہ اس سے کتاب کئی صدیوں تک محفوظ رہ سکتی ہے اور انہیں چمڑے کے ماہرِ جلد ساز کاریگر، جس کی دکان گڈھ بازار زینہ کدل میں واقع تھی، پر جانے کا مشورہ دیتے تھے۔

نور محمد صاحب کے بارے میں راقم کو ایک اور واقعہ مرحوم حکیم منظور کے دوست مرحوم محمد مقبول شاہ خاکسار، جو محکمہ پولیس میں بحیثیت ڈی، ایس، پی تھا اور ساتھ ہی پنجاب خاکصار تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ المشرقی صاحب کی سرخ پوش خاکسار تحریک کے بھی ایک رضا کارانہ پرچارک تھے۔ نے بتایا کہ کشمیر کے نامور صوفی شاعر احد زرگر نے جب ۱۹۲۵ء میں پہلی بار اپنا کلام شائع کرنے کی غرض سے تاجران کتب کی دکان کا رخ کیا تو مرحوم نور محمد صاحب نے زرگر صاحب کی شاعری کی بے حد پذیرائی کی۔ یہ کہہ کر رخصت کیا کہ آپ کی شاعری خود ہی شائع کروں گا اور کتاب کے چھپ جانے تک اس کلام کا ہدیہ فی الحال پانچ روپے قبول فرمائیں۔ زرگر صاحب پانچ روپے کا ہدیہ پا کر بے حد سرشار ہوئے کیونکہ اُس زمانے میں رفوگر کام کرنے والے ماہر کاریگر کی روزانہ اُجرت محض چار یا چھ آنہ ہوا کرتی تھی۔ احد زرگر صاحب اپنے شاعرانہ کلام کا ہدیہ پا کر مرحوم نور محمد صاحب کو اپنا کلام دینے سے انکار نہیں کر سکے۔ اس موقعے پر مرحوم نور محمد صاحب نے زرگر صاحب کو آئندہ کے لئے یہ اطلاع دی کہ جب بھی آپ مزید شاعری ضبطِ تحریر میں لائیں گے تو بنا کسی جھجک کے اُسے بھی میرے پاس لائیں اور میں اُس کے چھپوانے کا کام خود ہی انجام دوں گا۔ عجب اتفاق ہوا کہ اس کے بعد مرحوم زرگر صاحب ایک مدت تک خاموش ہوئے اور مزید کچھ لکھنے یا کہنے سے قاصر رہے۔ بعد ازاں زرگر صاحب توبہ و استغفار میں اس قدر محو ہو گئے کہ ایک لمبی مدت کے بعد اُن کے سینے سے از خود پھر سے شاعری کا چشمہ پھوٹ پڑا اور یوں ذہن و دِل پھر سرشار ہوا اور اپنے خیالات کو لفظوں کا پیکر عطا کر کے صفحہ قرطاس پر بکھیرنے لگے۔

وقت کی تیز رفتار دھارا کے ساتھ غلام محمد نور محمد کی کاوشوں کی بدولت کشمیری زبان و ادب کا دامن اِس قدر وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا کہ آج بھی جب کشمیری زبان و ادب کی تاریخ کی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ورق گردانی کی جاتی ہے تو مرحومین کے بارے میں اُن کا یہ خیال بار بار ذہن کے دریچے پر یہ دستک دیتے ہوئے سُنائی دیتا ہے۔

چلو اچھا ہوا کام آگئی دیوانگی اپنی
وگرنہ ہم زمانے بھر کو سمجھانے کہاں جاتے

(قتیل شفائی)

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# کشمیر کا اوّلین اشاعت خانہ

اورادِ فتحیہ کشمیریوں کے پاس ایک ایسا بیش بہا تحفہ ہے جس کی قیمت مقرر ہے نہ ہدیہ۔ حضرت شاہ ہمدانؒ کا یہ دل نشین تحفہ ہر کشمیری گھرانے کی زینت ہے اور اس کا ورد نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ سو برس قبل قرآن مجید اور حدیث شریف کی طرح اوراد فتحیہ کو زبانی از بر کرنے کا دستور تھا۔ لیکن نور محمد صاحب نے اوراد فتحیہ کو شایان شان طریقے پر شائع کرنے کا بڑے پیمانے پر اہتمام کیا۔ اس بیش بہا سرمائے کا واجبی ہدیہ مقرر تھا۔ اسی طرح بے شمار دینی مسائل کو قرآن مجید اور احادیثِ نبویؐ کی روشنی میں شائع کرنے کا اہتمام کیا۔ نور محمد صاحب نے اپنے لئے صدقہ جاریہ کی سبیل بنا کر کشمیری مسلمانوں میں علم حاصل کرنے کا ذوق و شوق پیدا کیا۔ میں نے زندگی کے اکثر ماہ و سال وادیٔ کشمیر کے اطراف میں برف پوش کوہساروں، دل نشیں چراگاہوں، جلترنگ بجاتے ہوئے آبشاروں، گیت گاتی ہوئی ندیوں کے کناروں پر گزارے ہیں۔ میری مصروفیات میں کوہ پیمائی اور کشتی رانی خاص طور سے شامل رہی، جس کے لئے مجھے مختناتہ ملتا، بھوکا مرتا کیا نہ کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے نور محمد کے ساتھ زیادہ وقت گزارنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ میں نے ۱۹۶۴ء میں ادبی دنیا میں قدم رکھا۔ ۱۹۶۵ء میں جب نور محمد نے داعی اجل کو لبیک کہا میرا پہلا افسانہ "ایک بوڑھا ولر کے کنارے"، روزنامہ آفتاب میں شائع ہوا۔ مجھے نور محمد کے رحلت فرمانے کا زبردست قلق ہوا۔ وہ ادب نواز بھی تھے اور صاحب ادب بھی۔ انہوں نے بے شمار شاعروں اور

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ادیبوں کو گمنامی کے اندھیرے غار سے نکال کر روزِ روشن کی خوشگوار فضاؤں میں لایا۔ انہوں نے کتنے ہی ذروں کو آفتاب بنایا۔ وہ قلمے، سخنے، درمے ان کی مدد کرتے تھے کچھ اس طرح کہ دائیں ہاتھ سے دیتے بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلتا۔ میں ہی ''ازلی شکس لد'' تھا کہ مجھے اپنے ناولوں ''یہ بستی یہ لوگ'' اور ''درد کا دریا'' کے لئے پبلشرز تلاش کرنے کے لئے دربدر بھٹکنا پڑا اور جب ملے تو انہوں نے خود اپنی سفید پوشی کا رونا رویا اور مجھے حق تصنیف کے بطور ایک جلد بھی عنایب نہ فرمائی بلکہ اپنے ہی پبلشروں سے ناول خریدنا پڑے۔ اشاعت کے حقوق انہوں نے اپنے نام محفوظ رکھے ہیں۔ میں دوسرے ایڈیشن بھی شائع نہیں کرسکتا۔ ''یہ بستی یہ لوگ'' کا مسودہ ۱۹۶۴ء کے موسم سرما میں تیار کیا تھا اور نور محمد کے پاس لگ بھگ تین ماہ کے لئے رہا۔ وہ اپنی نگرانی میں دہلی کے ایک معتبر اشاعت گھر میں شائع کرنا چاہتے تھے، ان کی وفات کے بعد غلام حمزہ نے مسودہ واپس کردیا۔

حمد، نعت، منقبت، سلام کے بے شمار گلدستے نور محمد صاحب نے اشاعت کی دنیا میں سجائے۔ نہ جانے وہ کہاں کہاں سے شاعروں کو ڈھونڈ لاتے تھے۔ وہ طرح طرح کے تجربات کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے مجھے بتایا کہ وہ قرآن کی تفاسیر پر کام کررہے ہیں۔

پچاس سال کے صبر آزما وقت میں اشاعت، ترغیب اور پھیلاؤ کے جو فرائض آج کل کے زمانے میں ریڈیو کشمیر، کلچرل اکیڈیمی، کشمیر یونیورسٹی، اخبارات و رسائل، ویب سائٹ اور دیگر اشاعتی ادارے انجام دے رہے ہیں، نور محمد کا واحد ادارہ ان دنوں اس سے کہیں زیادہ سرگرم عمل تھا۔ انہوں نے ایک اہم فریضہ انجام دیا، وہ صرف کشمیری شعرا کے دیوان اور کلیات اہتمام کیس اتھ شائع کرتے تھے۔ کشمیری زبان کی شاعری کو انہوں نے اولاد کی طرح سینے کے ساتھ لگا کے رکھا پھر اس کی اشاعت، ترغیب اور پھیلاؤ میں ایسا کام کیا جو کشمیر کی تاریخ میں سنہرے الفاظ میں لکھا جانا چاہئے۔ اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اگر نور محمد کشمیری زبان و ادب کی طباعت کے ساتھ منسلک نہ ہوئے ہوتے تو اس صورت میں کشمیری کا بیشتر ادبی سرمایہ ضائع ہوگیا ہوتا اور آج جو ہمارے پاس موجود ہے وہ اس طرح شہر و دیہات کے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

اطراف میں پہنچ کر مقبول نہیں ہوا ہوتا۔ ساٹھ برس سے زیادہ عرصہ تک ان کا اشاعتی ادارہ ادبی افق پر چھایا رہا۔ وہ نہایت صدق دلی سے شعر وادب کی خدمت بجالاتے رہے، لیکن ان کی بے لوث خدمات کو یکسر نظر انداز کر کے ان کو بالکل فراموش کر دیا گیا اور آج ان کا کوئی نام تک نہیں لیتا۔

میں کچھ نہیں جانتا اور نہ جاننے کی کوشش کی۔ نور محمد نے تعلیم کب، کہاں اور کن ضوابط کے تحت حاصل کی مگر وہ کسی بھی موضوع پر بے تھکان گھنٹوں بول سکتے تھے۔ وضع دار تو تھے ہی لیکن الفاظ کی ادائیگی اور رکھ رکھاؤ میں خاص انتظام کرتے تھے جو ان کی عادت بن گئی تھی۔ میں کبھی شام کو گھر کی طرف جا رہا ہوتا تو سرکاری پریس (اشاعت خانہ) کے گیٹ کے عین سامنے ہوٹل روڑ موجودہ مولانا آزاد روڑ پر واقع نور محمدی پریس کے اندر نور محمد کو اخبار کی پروف ریڈنگ میں مصروف دیکھتا۔ وہ باریک اور صبر آزما کام خود ہی کرتے تھے۔ ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' کے اشاعت خانے سے شائع شدہ مطبوعات کا اڑتیس سال تک نور محمد کتابیں شائع کرتے رہے اور علم وادب میں اضافہ کرتے رہے۔

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# سیرتِ نبوی ﷺ کا اوّلین کشمیری پبلشر

(غلام نور محمد تاجرانِ کتب)

میرا یہ مقالہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل میں کتاب کا مکمل تعارف اور مصنف ناظم کے مختصر حالات درج کئے گئے ہیں فصل دوم میں "گلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب" کے عظیم الشان اشاعتی ادارہ کے متعلق اسی کتاب کی میں اہم باتیں گوش گزار ہوں گی۔

فصل اوّل:........

کتاب کا نام مغازی النبیؐ ہے اور موضوعِ کتاب، سیرت حضرت سید الانامؐ ہے۔ ناظم کتاب کشمیر کے فخر الشعراء محمد اسماعیل نامیؒ ہیں۔

کتاب کلاں صفحات کے پونے دو سو صفحات پر مشتمل ہے۔

تعدادِ اشعار۔ زائد از پانچ ہزار اشعار بزبان کشمیری اِحیاناً بعض بزبان فارسی ہیں۔ تعداد عنوانات (بزان فارسی) تقریباً ایک سونو، جن میں نعوت بزبان کشمیری اور ایک نعت فارسی درتوصیف مدینہ منورہ خیر ادارہ شرفاً تعظیما عنوانات ہیں۔ اندازِ بیاں فارسی و عربی آمیز بطرحِ جناب حضرت سید سیف الدین منطقی تارہ بلی ثم لدھیانوی و حضرت سید پیر عزیز اللہ حقانی علیہم الرحمہ ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

سالِ تصنیف۔ صفر المظفر ۱۳۲۴ء قوم ہے اور سال اشاعت۔ ۲۳ رسال کے بعد ۱۳۴۷ھ محرم الحرام (یعنی آج سے اکانوے سال قبل) درج ہے۔

کتابت۔ محمد سیف الدین پنڈت (والد ماجد مرحوم محمد امین پنڈت نشاط) نے کی ہے اور قیمت صرف ۱۲ آنے۔

اس مقام پر اس تاریخی حقیقت کی وضاحت ضروری ہے کہ مغازی النبیؐ کے موضوع بالا پر کشمیر میں سب سے پہلے حضرت جامع الکمالات جناب ایشان شیخ یعقوب صرفیؒ نے بزبان فارسی منظوم سیرت نبویؐ ۱۰۰۰ھ میں تصنیف کی ہے۔ آپ حضرت حافظ ابن حجر مکی الشافعیؒ کے شاگرد رشید اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ کے استاذ حدیث گزرے ہیں۔ حضرت ایشان کی تسنیف کردہ یہ منظوم سیرت نبوی ﷺ دو دفعہ لاہور میں اشاعت پذیر ہوئی اور اس کے متعدد نسخہ جات، قلمی و مطبوعہ مختلف سرکاری و نجی کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

راقم الحروف کی مختصر لائبریری میں بھی قلمی و مطبوعہ دونوں نسخہ جات بحمد اللہ تا حال محفوظ ہیں۔ یہ حضرت ایشان کی آخری تصنیف ہے کیونکہ تین سال بعد ۱۰۰۳ھ میں حضرت نے وصال فرمایا۔ جناب نامی مرحوم نے مغازی النبی ﷺ کا تزکرہ یوں کیا ہے۔

کنو بوز اخبارِ خاطر فروز ہنا بوز اے صاحبِ درد و سوز
بوقتی کہ درّ ھای معنی بسفت چنین شیخ یعقوب صرفی بگفت

کتاب کے مقدمہ میں حضرت ایشان علیہ الرحمہ نے اپنے حالات اجمالاً بیان کئے ہیں اور اپنا سفر نامہ بھی ضبطِ تحریر فرمایا ہے۔ بعد میں اسی سفر نامہ کو بنیاد بنا کر آپ کے خلیفۂ خاص حضرت خواجہ حبیب اللہ نوشہریؒ نے سیاحت نامہ حضرت ایشان موسوم بہ مقامات منظوم بزبانِ فارسی اِنشاء فرمایا ہے اور کشمیر کے نامور شاعر گرامی قدر محمد اسماعیل شیخ المعروف تاجرِ لداخ نے مغازی النبی کے نام سے یہ عظیم منظوم کارنامہ انجام دیا۔ آپ کاوڈارہ سرینگر کے ایک متوسط گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ کاوڈارہ میں حضرت سیادت پناہ سید محمد حبیب اللہ سرخابی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

تبریزی علیہ الرحمہ کے جوارِ اقدس میں رہتے تھے۔ اُس مقدس دربار کے ساتھ آپ کو بے پناہ عقیدت تھی جس کا اظہار یوں کیا۔

از سیہ بختی دِلاتا کے دہی سر خواب را ۔۔۔ چند رانی بر رخ زرد از مژہ سرخ آب را
چشم پوش از روئے مردم تو نیائے دیدہ ساز ۔۔۔ خاکِ درگاہِ جناب سید سرخابؒ را

آپ خود سلسلہ عالیہ سہروردیہ محبوبیہ کے ساتھ منسلک تھے۔ چنانچہ کتاب میں منقبت شریف حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدوم اور اپنے پیرانِ طریقت خاص کر عبدالولی صاحب سہروردی ساکن نائدکدل سرینگر کے مناقب تحریر کئے ہیں اور خاتمۃ الکتاب میں سفر نامہ تبت بالکل اختصار کے ساتھ اور تبت میں مغازی النبی ﷺ کی تصنیف کی روداد بیان کی ہے۔ یہ المیہ ہے کہ آپ کے مدفن کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ خاکسار کو گھریلو کاغذات میں آپ کا صحیح سال وصال (۲۱ رمضان المبارک ۱۳۵۷ھ) دستیاب ہوا۔ آپ صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ آپ کا فارسی دیوان اِس وقت بھی کتب خانہ ساداتِ منطقی عالی کدل میں محفوظ ہے کیونکہ آپ کے شاگرد استاذِ زماں و مدرس پنج گنج نظامی غلام محمد لون (برادرزادہ فقیر عبدالکبیر لون مرشدِ احدم زرگر صاحب) میرے استاذ مکرم حضرت مولانا میر سید غلام احمد قادری المنطقی سجادہ نشین درگاہِ غوثیہ عالی کدل مرحوم و مغفور کے استاذِ فارسی تھے۔ منطقی صاحب نے یہ دیوان لون صاحب موصوف سے حاصل کیا تھا۔ آج سے تقریباً تیس سال قبل میں نے اس کی زیارت کی ہے۔ نیز حضرت مولانا سید مبارک شاہ صاحب فطرت گیلانی نے آپ کے حالات پر بسیط مقالہ لکھا ہے جو بدقسمتی سے تاہنوز شائع نہ ہوسکا۔ اسی شاعرانہ عظمت کے پیش نظر غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب نے اِس عظیم الشان سیرت کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اس میں فصل دوم میں اس پر روشنی ڈالنے کی سعی کرتا ہوں۔

## فصل دوم:.........

''غلام محمد نور محمد تاجران کتب'' نے یہ کتاب رفاہِ عامہ پریس لاہور سے شائع کر کے اس کی اشاعت کا کارنامہ انجام دیا۔ کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اشاعتی ادارہ ۱۹۰۰ء میں قائم کیا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

گیا تھا اور بیس سال کی قلیل مدت میں مغازی النبیؐ ہذا تک تقریباً ڈیڑھ سو کتابیں کشمیری زبان میں شائع کر کے کشمیری زبان کی اہم خدمات انجام دیں۔

عام طور پر اس اشاعتی ادارہ کا نام ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' مہاراج گنج سرینگر کتب و رسائل پر درج ہوتا تھا۔ مگر مغازی النبی صلی اللہ علیہ وسلم نامی کشمیری یعنی زیرِ تبصرہ کتاب پر یوں درج ہے۔

مالکانِ دارالکتب اسلامیہ

احقر الانام ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' مالکان مسلم ایجنسی بک کشمیر اسلامیہ، کتاب گھر مہاراج گنج سرینگر کشمیر۔

اس سے مترشح ہوتا ہے کہ کتاب کا تصور آج سے اکانوے سال قبل اسی ادارہ اشاعت کا عطیہ ہے۔ کلچرل اکیڈیمی کے زیرِ اہتمام کتاب گھر (جو شیخ صاحب مرحوم کے دورِ حکومت میں وجود میں آیا اور جس کی رُودادِ قیام سابق سیکرٹری جناب محمد یوسف ٹینگ نے شیرازہ کے شیر کشمیر نمبر میں قلمبند کی ہے) ہمارا دوسرا کتاب گھر ہے اور بک ایجنسی کا تصور بھی اسی فرم کی دین ہے۔ البتہ نور محمدی پریس سے قبل متعدد چھاپ خانوں کا سراغ ملتا ہے۔

ٹائٹل نمبر۲ یعنی اندرونی ٹائٹل پر غلام محمد نور حنفی القادری تاجران کتب مرقوم ہے جسے پتہ چلتا ہے کہ نور محمد اور آپ کے والد محترم مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے حالانکہ بربنائے قرابت ہمارا خاندان کتاب خاندان کو سلسلہ عالیہ سہروردیہ کے ساتھ منسلک کرتے تھے۔

اس ضخیم کتاب پر جملہ حقوق بحق پبلشر کاپی رائٹ نمبر ۱۹۱۴ء محفوظ ہیں، بھی رقم ہے۔ یہ مطبوعات میں سے تاجران موصوف کی واحد کتاب ہے جس کے آخری صفحہ پر اجازت نامہ چھپائی از قلم مصنف بزبان اُردو یوں درج ہے۔

''کتاب ہذا مغازی النبی کشمیری کے کل حقوق جو مطابق
قانون کاپی رائٹ ایکٹ نمبر۳ فروری ۱۹۱۴ء میرے ساتھ
وابستہ تھے، وہ میں غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب شائع کنندہ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

گان کتاب ہذا کے نام دوامی طرز منتقل کرتا ہوں۔ (تا کہ صرف اُن ہی کو اس کتاب کے چھپوانے کا حق حاصل رہے۔)

مورخہ اوّل پوہ ۱۹۸۵ء بکریم
راقم محمد اسماعیل بقلم خود

حجرت نامی نے باریک فارسی قلم سے یہ اُردو دیدہ زیب عبارت لکھی ہے اور ہجری یا عیسوی سنہ یا ماہ تحریر نہیں کیا ہے۔ یہ فرم اتنی شہرت یافتہ تھی کہ بعض لوگ از خود اس کی مطبوعات کی ڈپلکیٹ شائع کرتے تھے چنانچہ احتیاط کے نام سے یہ نوٹ ٹائٹل نمبر۲ پر درج ہے۔

''کتاب خریدنے کے وقت نقلی و جعلی کتابوں سے بچنے کے لئے سرورق پر چھاپ ''غلام محمد نور محمد'' دیکھ لیا کریں۔''

''چونکہ کشمیر سرینگر میں ہمارا سب سے بڑا مشہور و معروف اسلامی کتب خانہ ۱۹۰۰ء سے جاری ہے، جس میں تمام علوم وفنون کی کتابوں کا کافی ذخیرہ موجود رہتا ہے۔ آگے قرآن شریف، فضائل پنج سورہ وغیرہ کے تزکرہ کے بعد درج ہے۔ مطابع ہند (یہاں برصغیر ہندو پاک مراد ہے) کی مطبوعات کا کافی سٹاک موجود ہے۔ علوم جدیدہ مروجہ تعلیم، انگریزی، اُردو، فارسی، عربی، ریاضی وغیرہ وغیرہ بھی ہر وقت مل سکتے ہیں۔''

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ ابھی ادارہ کو کل بیس سال گزرے تھے مگر نور محمد مرحوم فخراً لکھتے ہیں:۔

''یہ کتب خانہ بفضل ایزدی اپنی دیانت کے باعث روز افزوں ترقی پر ہے۔ اطراف و جوانب میں اس کی کتب کی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

صداقت و ایمانداری کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اسی شہرت کے
باعث تمام علماء، فضلاء، مولویان، مفتیان، پیرزادگان اس
اسلامی کت خانہ پر نظر شفقت رکھتے ہیں۔ الخ''

الغرض حضرت سید المرسلین امام الاوّلین والآخرین ﷺ کی یہ منظوم سیرت خواجہ نور محمد نے انتہائی اہتمام کے ساتھ لاہور سے بذریعہ نور الحق لاہوری شائع کر کے عظیم کارنامہ انجام دیا۔ بعد میں ضخیم فارسی کتابوں خاص کر دستور السالکین شرح قصیدہ وردالمریدین فارسی تصنیف حضرت علامہ شیخ بابا داوٗد خاکیؒ تاریخ اعظمی، مصنفہ خواجہ محمد اعظم دیدمری (فارسی) وغیرہ کتابوں کی اشاعت کا معرکہ سر کیا۔

عالمی شہرت کے صحیفۂ درود شریف یعنی دلائل الخیرات تصنیف حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن سلیمان جزولی الشاذلی (مراکش) عربی اور بترجمہ کشمیر از قلم حضرت پیر طریقت مولانا میر سید محمد عبداللہ شاہ صاحب قادری المنطقی سابق سجادہ نشین درگاہ غوثیہ عالی کدل و متولی مسجد جامع کشمیر شائع کرنے کی سعادت بھی حاصل کی اور نور صاحب کی وفاتِ حسرت آیات تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہا۔ یہ سب سیرت نبوی موسوم بہ مغازی النبی ﷺ کے ساتھ اظہار عقیدت کا ثمرہ تھا۔

مغازی النبی ﷺ کے آخر میں تین قطعاتِ تاریخ تکمیل درج ہیں۔ شعرائے قطعات کے اسماء یوں ہیں۔

۱۔ حضرت پیر عبدالقادر درویش قادریؒ خواجہ بازار سرینگر۔

۲۔ غلام حسین صاحب خادم درگاہ حضرتبل (جن کی استدعا پر حضرت ناؔمی نے یہ کتاب تصنیف کی ہے۔)

۳۔ محمد سیف الدین مرحوم و مغفور۔

اس کے علاوہ کتاب کے آخری صفحہ پر قطعہ نعتیہ و تاریخ انطباع مغازی النبی ﷺ نتیجہ طبع پیر عبدالقادر صاحب آثم (ملارٹی) پڑھنے اور سننے کے لائق ہے۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

جان زندہ از خیالِ جمالِ محمد است — دل تشنۂ زُلالِ مقالِ محمد است
صیتِ کمالِ او ہمہ گیتی گرفتہ است — از فرش تابہ عرش جلالِ محمد است
بی سایہ سایہ گسترِ ذرّاتِ کائنات — ظلِ خدائی خلقِ نہالِ محمد است
در شرق و غرب ذکر جملیش ھمے رود — یعنی کہ ہر دلے بخیالِ محمد است
نامی کہ ذاتِ اطبس گرامی است — فخرش ہمیں کہ شارحِ حالِ محمد است
خوش نظم دلپذیر مغازی النبی نمود — کائینۂ ظہور و وصالِ محمد است
طبعش نمود نورِ محدم بحسنِ سعی — کہ نورِ رھیم و پورِ بلال محمد است
ز اخلاص کردا اشاعت ایں نسخہ قبول — انعامش از محمد آلِ محمد است

آثم رقم نمود ہے سالِ انطباع
مرأت حال پاک کمالِ محمد است

ساتھ ہی عذرِ مصنف از قلم ناظم محمد اسماعیل نامیؒ ۱۹ اشعار بزبان فارسی پر مشتمل ہے۔

حمدِ ذاتی کہ مالکِ جان است — مستعان و رحیم و رحمان است
گشت مطبوع ایں کتاب متین — کہ بنعتِ نبیش عنوان است
نعت گفتن بلی زِ من نمے آید — کان وراثت ازانِ حسانؓ است
نعت شاہی کہ ناید از ملکوت — بشری راچہ جای امکان است
لیکن این چند رشتہ ام در دست — بتمنایِ ماہِ کنعان است
قاصرم کز تحائفِ آداب — ناید از من چنانکہ شایان است
گرچہ از زیورِ معانی نغز — پیشِ اربابِ نقلِ عریان است
عذرِ تقصیر طبع موزونم — از سیاقِ سخن نمایان است
این سخن راست است و ز اہلِ سخن — داند آنکس کہ او سخندان است
کہ رہِ نظم بود بر دمِ تیغ — بردمِ تیغ رہ نہ آسان است
در ادا کردن بیانِ حدیث — اوہم خامہ تنگ میدان است

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

نام ام نامزد بنام نبیؐ است — زان بہ تعظیم نام خواہان است
صفحہ در صفحہ رشکِ گلزار است — سطر بر سطر سنبلستان است
در دل و دیدۂ اولوالابصار — روضۂ از ریاضِ رضوان است
داستان ہای خرہ ہات مخوان — کان متاع از دکانِ شیخان است
رزمِ سراب و سام و رستم و زال — کذب ولغوو دروغ و بہتان است
نیست گلریز و مہرو ماہ ایں نظم — ایں کتاب حدیث وقرآن است
درس ایں داستان بمذہبِ عشق — فرضِ ہر مومن و مسلمان است
روزِ دیوانِ حشر نامی را — زین وسیلہ امیدِ غفران است

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# کشمیر کا بابائے اشاعت وطباعت

(خواجہ نور محمد)

کشمیر میں انیسویں صدی کے آخری عشرہ سے لے کر بیسویں صدی کے نصف اول تک کتاب کلچر کو فروغ دینے میں جس اشاعتی ادارے نے سب سے زیادہ خدمات انجام دی ہیں، وہ وہی ادارہ ہے جس کو دنیا ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' کے نام سے جانتی ہے۔ کشمیر میں چند ہی اداروں کا نام لیا جاسکتا ہے، جو اس زمانے میں مذہبی اور ادبی کتابوں کی طباعت اور اشاعت کا کام حسن وخوبی انجام دے رہے تھے۔ ان میں جو اشاعتی ادارہ سرِ فہرست نظر آتا ہے، وہ ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کت'' ہے۔ اس پبلشنگ ہاؤس کا اہم مقصد دینی، ادبی، تعلیمی اور تدریسی کتابوں کو کم دام میں قارئین کو دستیاب کرانا تھا۔ اس ادارے کی اہم مطبوعات میں کتابوں کی درجہ بندی کچھ یوں کی جاسکتی ہے:

(۱) دینی کتب، قرآنِ مجید مع ترجمہ، احادیث اور ادِ فتحیہ مع ترجمہ، فقہ، بالخصوص کشمیری زبان میں شرع محمد ﷺ وغیرہ۔ (۲) ادبی کتب، سوانح، کلیات، مجموعہ ہائے کلام، تاریخ، تاریخِ ادب وغیرہ۔ (۳) تدریسی کتب، لغات وغیرہ۔

''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' نامی کتب خانے کی بنیاد نور محمد کے والد غلام محمد نے ۱۸۹۰ء میں ڈالی۔ ابتداء میں اگرچہ اس کی سرگرمیاں محدود تھیں، لیکن جب نور محمد نے ادارے کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو کتب فروشی کے ساتھ ساتھ کتابوں کی اشاعت وطباعت کا

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کام بھی بڑے پیمانے پر شروع کیا۔ چنانچہ قلیل عرصے ہی میں ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں اس کا شمار نہ صرف ریاست بلکہ غیر منقسم ہندوستان کے بڑے پبلشنگ اداروں میں ہونے لگا۔ بعد میں کچھ لوگ جو یہ کہنے لگے کہ ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' کی حیثیت کشمیر میں وہی ہے، جو لکھنؤ میں منشی نول کشور کی ہے۔ اس ادارے نے دن رات محنت کر کے کشمیر میں پبلشنگ انڈسٹری کو ایک نئی جہت بخشی۔

نور محمد اور ان کے والد کا کتب فروشی کا کاروبار اس زمانے میں شروع ہوا جب کشمیر میں ظلمت و جہالت اور مطلق العنانیت کا منحوس دور جاری تھا۔ ایک طرح جابرانہ ہتھکنڈوں نے عام انسانوں کی زندگی اجیرن بنادی تھی اور دوسری طرف غربت وافلاس کے سبب عام آدمی کی رسائی تعلیم و تعلم اور مدرسہ و مکتب تک نہ ہونے کے برابر تھی۔ پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی اور کتابیں خرید کر پڑھنے کی سکت ان میں بھی بہت کم تھی۔ ایسے نامساعد اور غیر موافق حالات میں کتابوں کی فروخت، اشاعت اور طباعت کا کام شروع کرنا مثالی جرأت وہمت کا متقاضی تھا۔ غلام محمد مرحوم کے وژن اور وجدانی بصیرت کی داد دیجیے کہ انہوں نے اس حوصلہ شکن ماحول میں ہمت و مردانگی کا مظاہرہ کیا اور تمام تر رکاوٹوں کے باوجود شہر سرینگر کے وسط میں اپنا کاروبار شروع کیا اور اس کے لیے کتابوں کی تجارت کا انتخاب کیا۔ یہ وہ دور تھا جب کشمیر میں اخبارات و کتب و رسائل کی اشاعت و طباعت کا دور دور تک کوئی نشان نہ تھا اور جو بھی اخبارات اور کتابیں دستیاب ہوتی تھیں، وہ لاہور، امرتسر، لکھنؤ اور دیگر شہروں سے آتی تھیں۔ رسل ورسائل اور مواصلاتی سہولیات بھی سست رفتاری سے دوچار تھیں اور کشمیر میں طباعتی مراکز یکسر نایاب تھے۔ ان مشکلات میں علم وادب کی شمع روشن کرنا کسی بھی فرد کے لیے کارے دارد والا معاملہ تھا۔ غلام محمد مرحوم اور ان کے صاحبزادے نور محمد مرحوم نے بڑی حد تک ان مسائل و مشکلات کا اندازہ کرلیا ہوگا جن کا سامنا وہ کتابوں کی تجارت کے ضمن میں کرنے والے تھے۔ چنانچہ اپنی فرم کا دائرہ کار انیسویں صدی کی آخری دہائی میں

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

بڑھاتے گئے بلکہ ایک مختصر سی مدت میں اس کو کشمیر کا سب سے بڑا کتب خانہ بنانے میں کامیاب ہوئے۔ نور محمد کے فرزند محمد اقبال ظفر نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ ان کے والد کا بنیادی مقصد کتابوں کی تجارت سے صرف دولت کمانا نہیں بلکہ علم و ادب اور دین و مذہب کی خدمت کرنا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:۔

''نور محمد کا مقصد صرف روپیہ کمانا نہ تھا بلکہ وہ علم و ادب کی خدمت اور اسے فروغ دینا عین عبادت سمجھتے تھے۔ نور محمد نے اس وقت تاریخ ساز رول ادا کیا جب یہاں پرنٹ میڈیا نہ الیکٹرانک میڈیا، نہ کلچرل اکادمی، نہ یونیورسٹی آف کشمیر کا کہیں وجود تھا۔ نور محمد نے ۱۹۲۲ء میں سب سے پہلے یہاں کے سرکردہ نعت گو شاعروں کا مجموعہ ''گلشن نعت کشمیری' لاہور سے شائع کیا۔ اس کی اشاعت آج تک جاری ہے۔ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۹ء تک مرحوم نے بے شمار مثنویاں اور جنگ نامے شائع کیے۔ مصنفوں، علمائے دین، فقیروں، علم دوستوں اور ادب نوازوں سے دوستانہ مراسم قائم کر کے ان سے یہاں کے اولیائے کرام، بزرگانِ دین کے کلام، ریشی نامے اور اوراد و وظائف، درود و سلام اور سوانح عمریاں جیسی تصنیفات کے علاوہ حضرت شیخ العالم، ثناء اللہ کریری، مقبول شاہ کرالہ واری، وہاب پرے، ولی اللہ متو، محمود گامی اور بہت سارے مثنوی نگاروں کی مثنویات و رباعیات، قصائد اور کشمیری وَنہ وُن وغیرہ شائع کیے۔ مرثیہ کے قلمی نسخے جو کشمیری کاغذ (برزہ کاغذ یا بھوج پتر) پر لکھے ہوئے تھے، تو اپنی انتھک

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

کوششوں سے جمع کر کے از خود کتابی صورت میں منظر عام

پر لایا۔

(روزنامہ کشمیر عظمیٰ ۹ رجون ۲۰۱۴ء ص ۶)

غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب کا ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ اس ادارے نے ۱۹۵۵ء میں اپنا پرنٹنگ پریس قائم کیا، جو کسی کشمیری مسلمان کا پہلا ایسا قدم تھا۔ اس مطبع کی مدد سے مذکورہ پبلشنگ ادارے نے کشمیر کے کم و بیش تمام معروف و مقبول شعرا کا کلام کتابی صورت میں شائع کر کے عام لوگوں کے لیے دستیاب رکھا۔ اُن میں مہجورؔ و آزادؔ کے علاوہ پیر عزیز اللہ حقانی، میر غلام رسول نازکیؔ، دینا ناتھ نادمؔ، غلام نبی فراقؔ، رحمٰن راہیؔ، فارق بڈگامی، فطرت گیلانی، تنہا انصاری، مرزا عارف، پتامبر نتھ درفانی اور دیگر شعرا شامل ہیں۔

ادبی و شعری فن پاروں کے علاوہ نور محمد مرحوم نے دینی کتب کی اشاعت کو بھی بڑی اہمیت دی اور نہایت اہتمام سے کئی کتابیں پہلی بار شائع کر کے منظر عام پر لائیں۔ مثلاً ۱۹۴۸ء میں امیر کبیر میر سید علی ہمدانی ک شہر آفاق ''اورادِ فتحیہ'' کا ترجمہ مع تفسیر پہلی بار منظر عام پر لایا۔ اسی سال انہوں نے ''کبریتِ احمر'' کا اصل متن اور ترجمہ شائع کیا۔ ۱۹۶۰ء میں اس ادارے نے پہلی بار قرآن مجید مع ترجمہ شائع کیا۔ اس کے علاوہ دیگر مذہبی شاہکار مثلاً دستور السالکین، چہل اسرار، شرع محمد ﷺ وغیرہ بھی اسی ادارے نے نہایت اہتمام سے شائع کر کے عوام الناس کے لئے دستیاب رکھیں۔ کشمیر کی تاریخ و ثقافت سے متعلق بعض شاہکار مثلاً واقعاتِ کشمیر، تاریخِ حسن وغیرہ بھی اسی ادارے کے اہتمام سے پہلے بار منظرِ عام پر آئیں۔

الغرض مذہب ہو یا ادب، تاریخ ہو یا ثقافت، شاعری ہو یا نثر، داستانیں ہوں یا مثنویاں، درسیات ہوں یا دینیات ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' ادارے نے ایک عہد ساز کارنامہ انجادم دے کر کتابوں کی تصنیف و تالیف، اشاعت و طباعت اور تقسیم کاری کو ایک بھر پور عوامی تحریک کی شکل دے کر کشمیر میں علم و دانش، شعر و ادب اور فکر و نظر کے لاتعداد چراغ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

روشن کیے، جن کی روشنی میں کشمیریوں کی کئی نسلوں نے اپنی راہیں روشن کی۔ نور محمد کی ۵ مارچ ۱۹۶۵ء کو رحلت سے کشمیر میں کتاب کلچر کے فروغ کو بڑا دھچکا لگا اور ان کے ادارے کے تانے بانے بعد میں بکھر کے رہ گئے، جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ خالصتاً کتابوں کی اشاعت و طباعت سے وابستہ یہ ادارہ اسٹیشنری کی خرید و فروخت تک محدود رہ گیا۔

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# علم وادب کا شیدائی...... نور محمد

کتابوں کی یہ دنیا بھی ایک نرالی دنیا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے ہی بنی نوع انسان کو علم کی اہمیت وافادیت سے آگاہ کیا گیا ہے اور اس کے حصول کے لئے ترغیب دی گئی ہے۔ بہت سارے انبیاء کرام پر کتابیں نازل کی گئی ہیں۔ اگرچہ ان میں سے چند ہی کتابوں کے نام منصۂ شہود پر آئے ہیں۔ مثلاً انجیل، زبور، تورات اور آخری نبی اور پیغمبر یعنی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری آسمانی صحیفہ یعنی قرآن مجید نازل ہوا۔ کتابوں کے بارے میں عالمی شہرت یافتہ اہل قلم اور دانشور حضرات کے مقولات اور فرمودات زیبِ قرطاس بنے ہوئے ہیں۔ جن میں سے چند ایک یوں درج کئے جاتے ہیں۔ ایک یہودی کہاوت ہے کہ:

”تمہارے بچے تمہیں یاد رکھیں تو ایک جھونپڑی بناؤ۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے پوتے، پوتیاں تمہیں یاد کریں تو پتھروں کا ایک مکان تعمیر کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے پڑ پوتے پڑ پوتیاں تمہیں یاد کریں تو فصیلوں والا ایک شہر آباد کرو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آنے والی ساری نسلیں تمہیں یاد کریں تو ایک کتاب لکھو۔“

’جس دن سے مجھے کتابوں سے جدا کر دیا جائے وہ میرا آخری دن ہوگا۔“ (شیکسپیئر)

”میری تمنا ہے کہ مرنے کے بعد میرا بس چلے تو اپنی قبر میں کتابیں ہی کتابیں رکھوں تا کہ میں انہیں پڑھا کروں۔“ (مولانا مودودیؒ)

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

''یہ دنیا کتنی پُر اسرار دُنا ہے اس میں وسعت بھی ہے اور حیرت انگیز گہرائیاں بھی۔ یہاں بلالحاظ مزہب وملت، رنگ ونسل، ملک وقوم، زمان ومکاں پاک روحوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ان روحوں کا تخلیقی کام کبھی رُکتا نہیں۔'' (آغا اشرف علی)

الغرض کتابون کے یہ روشن مینار ہر وقت ندھیرے میں اپنی تابنا کی سے روشنی بکھیر کر اندھی راہوں کو روشن کرتے ہیں۔ان حقائق کے پیش نظر یہ لکھنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ جس خوش نصیب انسان کو فیاضِ ازل نے کتابیں پڑھنے، لکھنے اوران کے چھپوانے کے شوق سے سرفراز کیا ہو وہ کس قدر قابلِ رشک اور باعثِ عزت ہے۔ان ہی نیک بختوں اور بلند اقبال علم دوست حضرات میں سے ایک شخص پیدا ہوا ہے جس کا اسمِ گرامی نور محمد ہے۔اگرچہ دہائیاں قبل نور محمد مرحوم ہو چکے ہیں مگر آج بھی ان کا نام علمی اورادبی دنیا کی تاریخ میں ایک روشن ستارے کی مانند نظر آتا ہے۔وادی کشمیر اوراس سے باہر آپ کی دکان ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' مہاراج گنج سرینگر نام سے آج بھی مشہور ومعروف ہے۔

دراصل یہ مرحوم نور محمد کا خلوص دلِ اور علم دوستی کا جذبہ تھا کہ آپ نے اپنے زمانے میں درج بالا نام سے ایک دکان سجائی اور ایک ایسے زمانے میں یہاں کے لوگوں کو علم وادب کی چاشنی سے بہرہ وَر کیا۔یہ زمانہ مفلسی کا زمانہ تھا آج کی طرح سائنس اور ٹیکنالوجی کا زمانہ نہیں تھا اور نہ ہی کمپیوٹر والی چھپائی کا زمانہ تھا۔اکثر اخبارات اور کتابیں لتھو پریس پر چھپ جاتی تھیں۔لوگوں کی قوتِ خرید بھی کم تھی۔مگر اس مذہب اور علم وادب کے شیدائی یعنی نور محمد نے اپنے جذبہ صادق اور ہمتِ مردانہ سے کام لے کر علم کی روشنی کو یہاں ہر سو پھیلایا۔آپ غیر منقسم ہندوستان کے راولپنڈی اور لاہور جیسے علم وادب کے گہواروں سے کتابیں چھاپ کر لاتے تھے۔یہ کتابیں اکثر وبیشتر کشمیری صوفی شعرا کے کلام پر مشتمل ہوا کرتی تھیں۔مثلاً کلام شمس فقیر، کلام نعمہ صاب، کلام احمد بٹواری، کلام سوچھ کرال، کلام رسول میر، شاہ قلندر شاہ غفور وغیرہ۔اس کے علاوہ جنگ ناموں اور داستان حسن وعشق وغیرہ پر مشتمل کتابیں چھاپتے تھے۔جیسے داستان امیر حمزہؓ، ہی مال ناگرائے، قصہ یوسف زلیخا، شیرین فرہاد وغیرہ۔

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

لوگ ان کتابوں کے عاشق تھے اور یہ کتابیں پڑھ کر دوسروں کو بھی سُنا کر ایک پرلطف زندگی گزارتے تھے۔ مرحوم نور محمد بہت سارے لوگوں کو یہ کتابیں معمولی کرایہ پر بھی فراہم کرتے تھے اور اس طرح یہ نور رفتہ رفتہ کشمیر کے شہر و دیہات میں پھیلتا گیا۔ کسی نے بجا فرمایا ہے کہ۔

ہرگز نمیرد آں کہ دِلش زندہ شُد بہ عشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

آہستہ آہستہ غلام محمد نور کی دکان اہلِ علم و اہلِ دل حضرات کے لئے ایک نشست گاہ بن گئی۔ یہاں بہت سارے حضرات جمع ہو جاتے تھے اور علم و ادب کی پُر بہار محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔ تاریخی شواہد کے مطابق یہاں کشمیر کے انقلابی شاعر عبدالاحد آزاد آتے تھے۔ شاعرِ کشمیر مہجورؔ بھی رونق افروز ہوتے تھے۔ صوفی شاعر مرحوم عبدالاحد زرگر بھی اس دکان پر آتے تھے۔ اسی طرح بعد میں آنے والوں میں معتبر شعرا رحمٰن راہیؔ، غلام نبی فراقؔ، دلسوز، غلام رسول کاوسہ اور فاضل کشمیری بھی شاملِ احباب ہوتے گئے اور کتابوں کی اس دکان نے بھی ایک تاریخی اہمیت پائی۔ اسی طرح بعد میں نشست لال چوک میں پرانے سنیما گھر پلیڈیم گلی کے نزدیک بھی مرحوم غلام قادر صاحب المعروف لورِ کھار کی دکان پر سجتی تھی اور وہاں شعرا اور ادیب حضرات بیٹھ کر علمی مباحث چھیڑا کرتے تھے جن میں قابلِ ذکر پروفیسر غلام محی الدین حاجنی، میر غلام رسول نازکیؔ، غلام حسن بیگ عارفؔ، پروفیسر شیخ محمد اقبال صاحب وغیرہ ہوتے تھے مگر زمانے کی کج رفتاری کا کیا کیجئے اب اس قسم کی محفلیں عنقا ہوئی ہیں اور کتابوں ہی میں ان کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان یارانِ محفل میں سے بہت سارے زیرِ زمین آسودہ ہیں اور اُن کی پُرلطف یادیں دِلوں کو تڑپاتی ہیں بقولِ غالبؔ:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# نوٗر محمد... انجمن در انجمن

ہر گز نمیرد آں کہ دِلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مرحوم و مغفور نور محمد صاحب سرینگر کے مشہور اشاعتی اِدارے ''غلام محمد نور محمد تاجران کتب'' کے رُوحِ رواں تھے۔ وہ سیاسیات، ادبیات، سماجیات غرض زندگی کے گونا گوں پہلوؤں پر گہری نظر رکھتے تھے اور ان موضوعات پر ایک مدلل انداز میں عالمانہ بحث کرنے کی صلاحیت کے مالک تھے۔ ان کی ذاتی دلچسپی اور پُرخلوص نیت کے نتیجے میں آج ہمارے پاس کشمیری ادب کا وہ بیش بہا خزانہ محفوظ ہے جو بصورت دیگر زمانے کے حادِثات سے فسانہ گم گشتہ بن گیا ہوتا۔ انہوں نے کشمیر کے لاتعداد شاعروں اور قلم کاروں سے رابطہ قائم کر کے ان کی تخلیقات کو اشاعت سے مزین کیا اور اس طرح ہمارے ثقافتی سرمائے کو موجود رکھنے اور مالا مال کرنے کا تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا جس کی بدولت مرحوم کا نامِ نامی ہمیشہ زندہ و جاوید رہے گا۔

مرحوم کے ساتھ میرے تعلقات کئی برسوں پر محیط رہے۔ پہلے پہل ہمارے ملاقاتیں نوہٹہ کے بس سٹاپ پر ہوتی رہیں جہاں سے ہم دونوں ہر صبح بس میں سوار ہو کر امیرا کدل کی طرف سفر کرتے تھے۔ اس کے بعد میں مہاراج گنج میں ان کی دکان اور کوکر بازار میں ان کے کوہ نور پریس پر بار بار جا کر اور ملاقاتیں کر کے ان کی خوش کلامی اور علمی استعداد سے محظوظ

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

ہوتا رہا۔

ادبی شہ پاروں کو محفوظ رکھنے اور ان سے بھر پور استفادہ کرنے کی وہ ہر صاحبِ دانش کو صلاح دیتے تھے۔

میں نے جب کئی مہینوں کی جدوجہد کے بعد ایک مقامی پادری سے بائبل کے کشمیری ترجمے کا قدیم نسخہ حاصل کیا تو سب سے پہلے میں نے وہ نور صاحب کو دکھایا کیونکہ جوہر شناس ہی ہیرے کی قدر و قیمت جانتا ہے۔ نور صاحب نے 874 صفحات پر مشتمل 1884ء میں شائع شدہ یہ کتاب دیکھ کر بے حد خوشی کا اظہار کیا اور اسے گنج گراں مایہ قرار دیا۔ پھر وہ بذاتِ خود مجھے صراف کدل میں ایک جلد ساز کی دکان پر لے گئے اور اُس سے کہا کہ اس نادر کتاب کی چرمی جلد بندی کی جائے تاکہ یہ سالہا سال تک محفوظ رہ سکے۔ یہ بیش بہا کتاب آج بھی میرے ذاتی کتب خانے میں موجود ہے۔ مجھے یہ فخر بھی حاصل ہے کہ کشمیری شاعری کا میرا پہلا مختصر مجموعہ ''لولک پرتو'' 1959ء میں نور صاحب نے ہی شائع کیا۔

اب تو حال یہ ہے کہ کشمیری کتابوں کی اِشاعت کسی نجی ادارے سے ہونے کی بات تو در کنار لوگ اپنی اس مادری زبان میں کتابی پڑھنے کی طرف بھی راغب نہیں۔

اخیر پر میں یہ کہے بنا نہیں رہ سکتا کہ نور صاحب نے مجھے ہمیشہ ادبی دنیا میں بہر حال قدم جمائے رکھنے کی صلاح دی اور وہ میری سر پرستی بھی کرتے رہے اس طرح مجھے نور صاحب کی صحبت میں بہت کچھ سیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

نور محمد جیسے صاحبِ دل اور صاحب ذوق فرزندان وطن آج ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملیں گے۔

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# منظوم خراجِ عقیدت

ہائے کیا کہنا تجارتِ کے اندر اوصاف کا
فکر مند تھا اے اسد وہ ورثہ اسلاف کا
کتب کا تاجر مگر تھا درد میں ڈوبا ہوا
نور محمد مُرغِ عنقا تھا ادب کے قاف کا

☆

نول کشور زمانے کا ہمارا نور محمد تھا
جسم سے جو چھریرا تھا مگر کیا قامت و قد تھا
کتابت کی طباعت کا اُسے تھا مشغلہ پیارا
اَسد، تاجر تو تھا لیکن ادب سے رشتہ بے حد تھا

☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# غلام محمد نور
# کتب اعلم و آگہی کے مشعل بردار

ہم ہی وہ علم کے روشن چراغ ہیں جن کو ہوا بجھاتی نہیں ہے سلام کرتی ہے ارضِ کشمیر میں ''غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب'' کسی محتاجِ تعارف علمی ادارے اک نام نہیں بلکہ گزشتہ کئی دہائیوں سے یہ نام نامی زبان زد عام چلا آرہا ہے۔ یہ ادب نواز اور علم دوست دو ہستیاں تاجرین کتب بھی تھے، عاشقینِ ادب بھی تھ، ناشرینِ علم بھی تھے، شائیقین شعر و کلام بھی تھے، سب سے بڑھ کر صاحبانِ فہم و فراست بھی تھے۔ اس لئے یہ لوگ کسی دوکان کے سائین بورڈ تک محدود نہ تھے بلکہ کشمیر کے جس کسی گھر میں اور جہاں جہاں علم و ادب کی قندیلیں روشن ہوتیں وہاں ان دو مرحومین کا نام بھی خود بخود وردِ زبان ہوتا بلکہ روشنیوں کے سفر میں ادب دوسوں کے دلوں کی تختی پر بھی احتراماً ثبت بھی ہو کر رہ جاتا۔

ان ہر دو شخصیات کی علم دوستی اور ادبی ذوق کی داد دیجئے کہ ایک ایسے زمانے میں کشمیری، اُردو، فارسی، عربی کتابچوں اور کئی ضخیم کتابوں کی نشر و اشاعت کا بیڑا اُٹھایا جب خطہ مینوں نظیر میں علم کا نور اور درس و تدریس کا شعور ابھی ابتدائی انگڑائیاں لے رہا تھا۔ یہ اصحاب چاہتے تو دستورِ زمانہ کے مطابق اپنی معاشی سرگرمی کے لئے کشمیری دست کاریوں کی منافع بخش تجارت میں قسمت آزمائی کرتے، کسی مقامی صنعت و حرفت کا دامن تھام کر مال و دولت کماتے مگر انہوں نے زمانے کے چلن کے برخلاف کتابیں چھاپنے اور شعروں ادب کی

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

خدمت کرنے کا شوق اپنایا اور علم پروری کا شغل اختیار کیا۔ یہ عمدہ شوق اور قابلِ تعریف شغل اُنہیں متحدہ ہند کے قابلِ احترام ناشر منشی نول کشور کے قد کاٹھ کے ہم پلہ کرتا ہے۔

انہوں نے دینیات کی اہم کتابوں سے لے کر ماضی کے ڈھندلکوں میں گم بڑے بڑے کشمیری سخن وروں اور معاصر کشمیری شاعروں کے کلامِ بلاغت نظام کو کتابی صورت میں منظر عام پر لاکر ان عظیم شخصیتوں کو زندہ رکھا، ان کی شاعرانہ تخلیقات کو حیاتِ جاودانی بخش اور ادبیاتِ کشمیر کی مشترکہ میراث کو ایک اونچا مقام عطا کیا۔ ان کی عظمت کا اندازہ کیجئے کہ وہ کون سا زمانہ تھا جب ان دو قدس روحوں نے خدمتِ ادب اور روشنی علم کا مورچہ سنبھالا۔ جہالت، توہمات اور لاعلمیت کا ماحول اپنے عروج پر تھا، علم چند مذہبی گھرانوں اور سیاسی لوگوں کے گھر کی لونڈی بنا تھا، عوام الناس اس کے فیضان سے محروم تھے۔ انہوں نے علم و عرفان کو بستی بستی گھر گھر پہنچانے کے لئے کمر ہمت باندھ لی۔ یہ تیز رفتار آفسیٹ پریس کا زمانہ نہیں بلکہ لتھو پریس کا سبک رفتار عہد تھا، انٹرنیٹ کے دور دور بھی آثار نہ تھے، کاتب مسطر پر کمر دوہری کر کے ہفتوں مہینوں کچھ صفحات لکھ پاتے، پھر پروف ریڈنگ کا دشوار گزار مرحلہ طے ہوتا، ازاں بعد لتھو پریس میں چھپائی کا کم رفتار اور دِقت طلب کام انجام پاتا۔ آپ یوں سمجھئے کہ آج کے مقابلے میں اشاعت کا سارا سلسلہ طویل بھی ہوتا اور صبر طلب بھی ہوتا۔ اس دور میں غلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب کی جانب سے سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں زیور طباعت سے آراستہ کرنا اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اپنے کام کو شاید عبادت سمجھتے تھے اور ان معنوں میں محنت اور محبت کے زندہ و جاوید مجسمے بنے تھے۔

ایک اور زاویہ نگاہ سے ان کے شخصی اوصاف دیکھئے کہ اُس زمانے میں ذرائع رسل و رسائل کتنے محدود تھے سیاسی فضا کتنی پیچیدہ تھی، قلم کی راہ میں کیسی کیسی مشکلات حائل تھیں۔ جموں کشمیر میں مہاراجی دور تھا، شخصی حکومت اپنے نصف النہار پر تھی، لوگ محنت کش تھے مگر فاقہ کش، لکھنے پڑھنے سے قاصر سادہ مزاج تھے مگر صادق القول، زندگی میں اُونچی اُڑان بھرنے کے خوابوں نا آشنا، صدیوں سے غریبی و لاچاری کی چکی میں پس زندگی جینے کے

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

عادی، ان کے پیچھے معاشی بدحالی کا بھوکا شیر، آگے سماجی پسماندگی کی گہری کھائی، تعلیم ناپید، ناخواندگی کا دور دورہ، جہالت کا گھپ اندھیرا، علم و آگہی کے شیدائی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتے۔ بلاشبہ برصغیر سیاسی کروٹ بدلنے کید ہلیز پر پہنچ چکا تھا اور اس کی پہلی آہٹیں کشمیر میں بھی سنی جا رہی تھیں مگر اہلِ کشمیری ابھی لکیر کے فقیر ہی بنے تھے۔ ایسے میں وطن کے یہ دو عظیم سپوت۔ غلام محمد اور نور محمد۔ بہ حیثیت اشاعت کار اپنی محنت طلب کاوشوں کا ہدف علم و ادب کا چراغاں کرنا ٹھہراتے ہیں، خود سینہ بہ سینہ محفوظ کلام کو پہلے جمع کرتے پھرتے ہیں، پھر ان امانتوں کے استناد کے بارے میں احساسِ ذمہ داری کے ساتھ مکمل تشفی کرتے ہیں، پھر ان کی طباعت سے پہلے غلطیوں سے پاک کتابت اور صحیح املا کا التزام کراتے ہیں، پھر کاتبوں کے قلمی تسامحات کی نوک پلک دُرست کراتے ہیں، تب جا کر یہ سرمائے کتابی شکل قارئین کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ اگر یہ دونوں شخصیتیں اپنی ذات میں ایک ادارہ اور ایک انجمن نہ ہوتیں تو کیا ہماری تاریخِ ادب میں آج ان عظیم المرتبت سخن وروں اور علما کی کوئی قدر و قیمت ہوتی، کوئی شناخت بچتی؟ شاید نہیں۔ بنابریں میری ناقص رائے میں گلام محمد نور محمد تاجرانِ کتب مہاراج گنج سری نگر کی کارگاہ کو قومی ورثے کا درجہ دیا جانا چاہیے اور انہیں پس از مرگ شایانِ شان ادبی تمغے سے نوازا جانا چاہئے۔ میرا یقین ہے کہ آج بھی ہمارے گھروں میں اس اشاعت گھر کے کتابچے اور کئی ضخیم کتابیں ذاتی کتب خانوں کی زینت بنی ہوں گی۔

میری عاجزانہ دعا ہے کہ ان دونوں حضرات نے یکے بعد دیگرے علم و ادب کی شاہراہ پر انگلی پکڑ کر لوگوں آگہی کی جن روشن منزلوں سے روشناس کرایا اللہ اس کا اجر و ثواب انہیں اور ان کے اخلافِ رشید کو عطا فرمائے۔

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

# نورمحمد ایک روشن ستارہ

مرحوم نورمحمد کا تعلق شہرِ خاص کے اُس علاقہ سے ہیں جہاں موجودہ دور کے شعراء اور ادیب پیدا ہوئے اور پلے بڑے ہیں۔ غلام محمد نورمحمد تاجرانِ کتب شہرِ خاص کا ایک ایسا علمی ادارہ تھا جو کلاسکی کشمیری شاعروں اور عصرِ حاضر کے نمائند کے شعراء کے کلام کو شائع کرتے اور عوام میں اُسکو مقبول بنانے میں مگن تھا۔ نورصاحب نہ صرف کتابیں چھاپنے اور تقسیم کرنے میں مشغول رہتے تھے بلکہ وہ ایک خود دانشور تھے اُن کے ہر کام کے پیچھے اُن کی دانشمندی کارِ فرما تھی۔ نورمحمد صاحب اگر تولد نہ ہوتے تو یہ بھی امکان تھا کہ وہ سارا شاعری سرمایہ ضائع ہوتا جو کشمیر شاعروں نے خونِ جگر سے لکھا تھا۔ اُن کی لگن اور مگن سے کشمیری شاعرِ ادب کو جو پزیرائی اور مقبولیت ملی اس کی بناء پر کشمیری ادب کی تاریخ میں اُن کا نام سُنہری حروف سے لکھا جائے گا۔

کشمیری کتابوں کی اشاعت کے حوالہ سے جو غیر معمولی کام اُنہوں نے کیا اس کی بدولت آج کی کشمیری زبان بہت حد تک مرحونِ منت ہے۔ اس کی شائع کردہ کتابیں اگر ہم نہ ہوتی تو کلچرل اکاڈمی وہ کلیاتیں ترتیب نہیں دے سکتی تھی۔ جو کئی دہائیوں سے منظر عام پر آچکی ہے۔ مرحوم نورصاحب کی دکان محض ایک تجارتی ادارہ نہیں تھا۔ بلکہ کشمیر کے شعراء ،ادباء اور دانشوروں کے لئے ایک بیٹھک کی حیثیت رکھتی تھی۔ اس دکان پر مہجور، آزاد، رحمٰن راہی، غلام نبی فراغ، جیسے لوگ آتے رہتے تھے اور نورصاحب کی خبرونظر سے فیضیاب ہوتے رہتے تھے۔ پروفیسر رحمان راہی نے اُس دکان کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اُنہیں مرحوم

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

عبدالاحد آزاد نے اسی دکان پر مارکسیات پڑھنے کا مشورہ دیا تھا۔ بہر حال نور صاحب ایک ایسے کشمیری تھے جنہیں اپنی زبان سے محبت بھی تھی اور جنہیں اپنی قومی شناخت کا بھی بڑا احساس تھا۔ کشمیری زبان ادب کے تئیں اُن کی محبت واضع ہے۔اور کشمیری کلچر کے ساتھ اُنکی وابستگی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ جب تک کشمیری زبان بولی اور لکھی جائے گی تب تک نور محمد صاحب کا نام کشمیریوں کے دل ودماغ میں ایک روشن چراغ کے مانند روشن رہے گا۔

مجروح رشید

☆☆☆

Kashmir Treasure Collection.Digitization by eGangotri

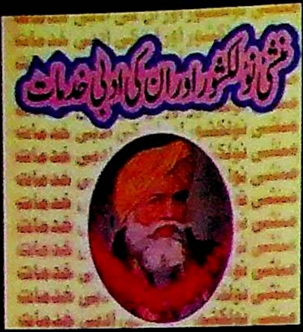


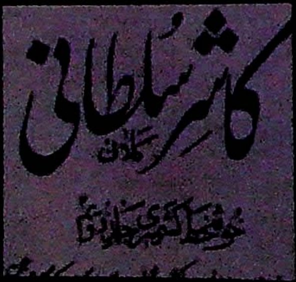

# Nawal Kishore Aur Noor Mohammad

Compiled By: Ibne Habbib

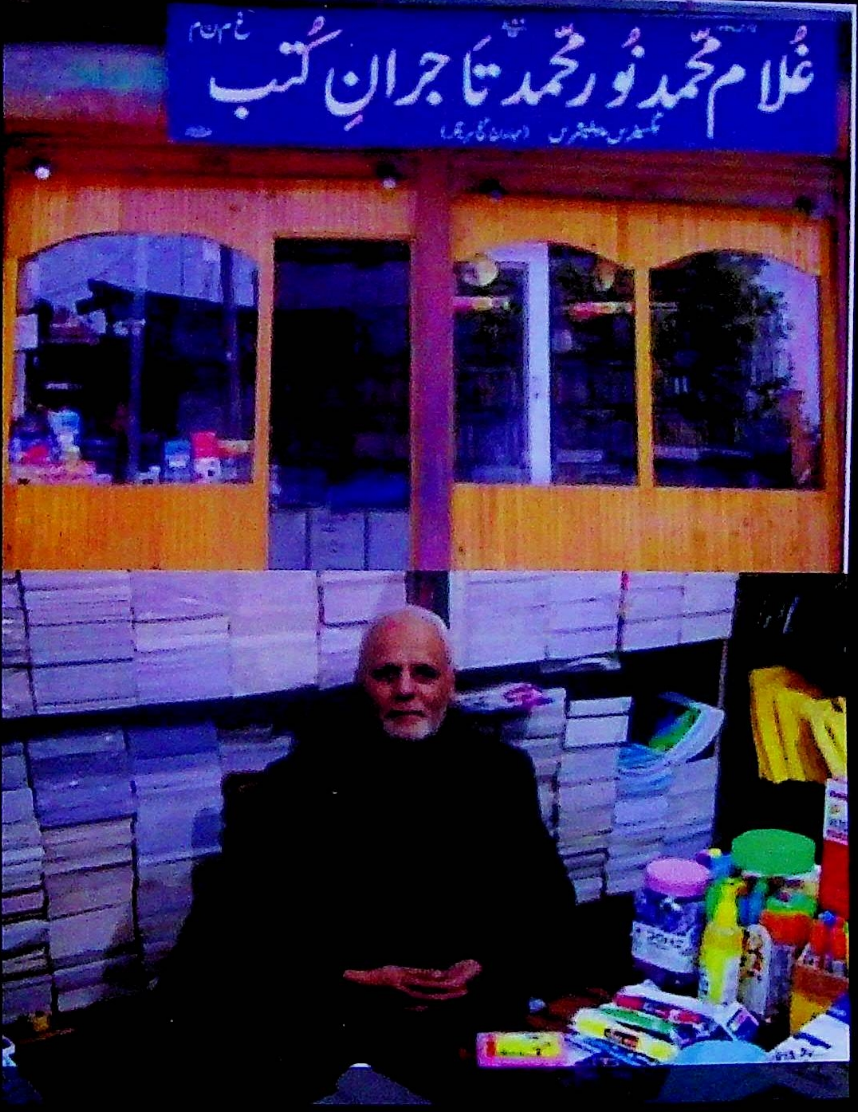



ISBN : 978-93-48840-75-2

₹ : 300/-

MEEZAN PUBLISHERS & DISTRIBUTERS



MEEZAN PUBLISHERS

OPPOSITE FIRE SERVICES HEAD QUATERS,
BATAMALOO, SRINAGAR-190009, KASHMIR.
CELL: 9419002212, 8494002212, 7006773403
email: meezanbooks2020@gmail.com, meezanpublishers@gmail.com